عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۲۷ شوال تا ۳ ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق یکم تا ۷ جولائی ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۲۵

مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ

مختصر حالات و خدمات

دینی مدارس

علم و عمل کی درسگاہیں

حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے چار وعدے

روز افزوں جرائم

اسباب و حل

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

احرام کے متفرق مسائل

س:...... حج یا عمرہ میں جو احرام باندھتے ہیں مرد حضرات اپنا کندھا اکثر کھلا رکھتے ہیں، سعی کرتے ہوئے یا طواف کرتے ہوئے بلکہ نماز پڑھتے ہوئے بھی، اس بارے میں صحیح حکم کیا ہے؟

ج:.... شرعی مسئلہ تو یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے جس طواف کے بعد سعی کی جاتی ہے، صرف اس طواف میں رَمل اور اضطباع کیا جائے۔ رَمل سے مراد ہے پہلوانوں کی طرح کندھے ہلا کر تیز تیز چلنا اور اضطباع سے مراد یہ ہے کہ دایاں کندھا کھولنا اور بائیں کندھے کو چادر سے ڈھانکے رکھنا اور یہ رَمل اور اضطباع صرف طواف کی سنت ہے، اس کے علاوہ سعی میں یہ دونوں کام نہیں کئے جائیں گے، طواف کے علاوہ اپنا کندھا کھلا رکھنا خواہ سعی میں ہو یا نماز میں مکروہ ہے۔ اس لئے اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

س:...... ایک احرام کے ساتھ کیا ایک عمرہ ہی کیا جاسکتا ہے؟ یا ایک عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد دوسرا یا تیسرا عمرہ بھی اُسی احرام کے ساتھ ممکن ہے؟

ج:...... ہر عمرے کا الگ الگ احرام باندھا جاتا ہے، احرام باندھ کر طواف وسعی کرکے حلق یا قصر کرتے ہیں اور احرام کھول دیتے ہیں۔ اگر مزید عمرہ کرنا ہو تو تنعیم یا جعرانہ جاکر وہاں سے دوبارہ احرام باندھتے ہیں۔ ایک احرام کے ساتھ ایک سے زیادہ عمرے نہیں ہوسکتے اور عمرہ یعنی طواف اور سعی کرنے کے بعد جب تک بال اتار کر احرام نہ کھولا جائے، دوسرے عمرے کا احرام باندھنا جائز نہیں۔

س:...... مکہ ٹاور یا زمزم ٹاور کے ہوٹل کے کمرہ میں اگر اسپیکر سے حرم کی جماعت کی بالکل صاف آواز آتی ہو تو کیا کمرہ میں ہی رہتے ہوئے حرم کی جماعت کے ساتھ نماز ہوجائے گی؟

ج:...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نماز کی صفوں کا اتصال ضروری ہے۔ اگر حرم کی صفوں کے ساتھ اتصال ہو تو نماز ادا ہوجائے گی خواہ ہال میں ہوں یا کسی اور جگہ، لیکن کمرہ میں تو ظاہر ہے ہر کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوگی اور صف کا اتصال بھی نہ ہوگا، اس لئے ایسی صورت میں تو نماز نہیں ہوگی۔

س:...... احرام کی حالت میں اگر احرام کی چادریں ناپاک ہو جائیں تو کیا ان کو تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ ان چادروں کو کھولنے کی صورت میں احرام پر کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

ج:...... احرام کی چادریں تبدیل کرسکتے ہیں، اس سے احرام پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ احرام عمرہ یا حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد بال اتارنے سے کھلتا ہے۔ چادریں تبدیل کرنے سے احرام نہیں کھلتا۔

س:...... میرا ارادہ عمرہ کرنے کا ہے مگر فی الحال میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو کیا میں قرض حسنہ لے کر عمرہ پر جاسکتا ہوں، واپس آکر قرض واپس کردوں گا، مجھے کسی نے بتایا ہے کہ قرض لے کر حج یا عمرہ نہیں کرنا چاہئے کیا یہ بات درست ہے؟

ج:...... اگر قرض بہ سہولت ادا ہوجانے کی توقع ہو تو قرض لے کر حج وعمرہ پر جانا صحیح ہے، ہاں اگر قرض واپس کرنے کی کوئی توقع نظر نہ آتی ہو پھر قرض نہ لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۲۷ رشوال تا ۳ رذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق یکم تا ۷ رجولائی ۲۰۱۹ء شمارہ:۲۵

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

ترئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حج.....عشق کی آخری منزل	محمد اعجاز مصطفیٰ	۵
دینی مدارس.....علم وعمل کی درس گاہیں	حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری	۸
روزافزوں جرائم.....اسباب اور حل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۰
مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ.....حیات وخدمات	مولانا سید زین العابدین	۱۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے چار وعدے	حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ	۱۵
نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ (۱۰)	بیان: مولانا محمد علی جالندھریؒ	۱۹
تھالی کا بینگن (۱۷)	الحاج اشتیاق احمد مرحوم	۲۱
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی وتبلیغی پروگرام	ادارہ	۲۳

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

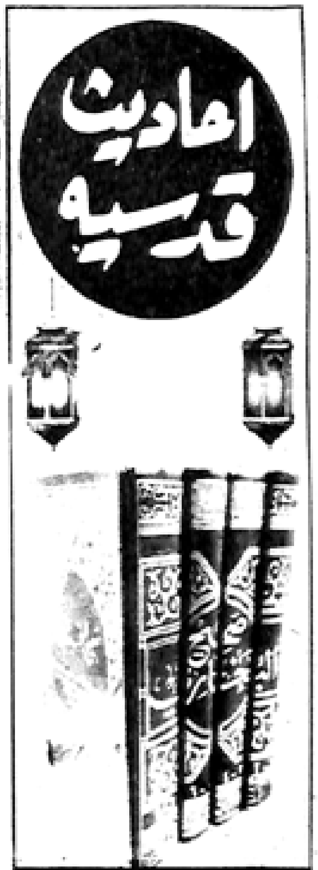

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی

قیامت

حدیث قدسی ۳۶: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت میں حکمرانوں کو لایا جائے گا ان میں ظالم بھی ہوں گے اور عادل بھی، پھر ان سب کو دوزخ کے پل پر کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارے بارے میں میرے مطالبات ہیں، پھر ان میں سے ہر وہ ظالم جو حکم کرنے میں ظالم ہوگا اور وہ جو فیصلہ کرنے میں رشوت لیتا ہوگا اور وہ شخص جو متخاصمین میں سے کسی ایک کی طرف کانوں کو مائل کرتا ہوگا ان سب کو دوزخ کی گہرائیوں میں ڈال دیا جائے گا یہ گہرائیاں ستر سال کی راہ ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے روبرو وہ شخص لایا جائے گا جس نے حد میں زیادتی کی ہوگی، اللہ فرمائے گا: تو نے مقررہ حد سے زیادہ کیوں سزا دی؟ یہ کہے گا: میں نے تیری وجہ سے اس پر غصہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا غصہ میرے غصے سے بھی زیادہ تھا پھر ایسا شخص لایا جائے گا جس نے حد مارنے میں کمی کی ہوگی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے مقررہ حد میں کمی کیوں کی؟ یہ عرض کرے گا: مجھے مجرم پر رحم آ گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرا رحم میری رحمت سے بھی زیادہ تھا۔ (ابویعلیٰ)

مطلب یہ ہے کہ جس جرم کی جو حد شریعت نے مقرر کی ہے، اس سے کم و بیش کرنے والوں پر بھی عتاب ہوگا، عادل حاکموں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے، دوسری روایتوں میں امام عادل کے متعلق ذکر ہے کہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے یہاں صرف ظالم اور رشوت خور حاکموں کے عذاب کا ذکر ہے۔

حدیث قدسی ۳۷: حضرت معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت میں پاگل مخبوط الحواس اور نابالغ کو بلا کر دریافت کیا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کئے؟ پاگل کہے گا: اگر مجھے عقل ہوتی تو بہترین کام کرتا اور کوئی عقل والا مجھ سے زیادہ نیک نہ ہوتا۔ مخبوط الحواس بھی یہی کہے گا کہ اگر میرا دماغ صحیح ہوتا تو میں تمام تندرستوں سے زیادہ نیک ہوتا۔ نابالغ کہے گا اگر میں بالغ ہوتا تو تمام اپنے ہم عمروں میں میں ہی زیادہ نیک ہوتا۔ اللہ فرمائے گا: اب تم میری اطاعت کرنے کو تیار ہو؟ یہ تینوں کہیں گے جو حکم ہوگا اس کو بجا لائیں گے۔ اللہ ارشاد فرمائے گا: جاؤ دوزخ میں چلے جاؤ! اگر وہ اس حکم کو سن کر دوزخ میں چلے جاتے تو دوزخ ان کو نقصان نہ پہنچاتی۔ یہ دوزخ کی طرف جائیں گے پس دوزخ سے شعلے نکلیں گے اور وہ سمجھیں گے کہ یہ آگ تمام مخلوق کو جلا دے گی اور وہ فوراً واپس ہو جائیں گے اور عرض کریں گے اے رب! ہم نکل آئے ہم نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا لیکن اس میں سے شعلے نکلے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ یہ آگ تمام مخلوق کو جلا دے گی، پھر ان کو دوبارہ حکم ہوگا اور وہ پھر لوٹ آئیں گے اور وہی عرض کریں گے جو پہلی مرتبہ کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارے پیدا کرنے سے قبل ہی یہ جانتا تھا کہ تم عمل نہیں کروگے، میں نے تم کو اپنے علم کے موافق پیدا کیا تھا اور میرے علم کے موافق ہی تم ہوئے، اے آگ ان کو پکڑ لے۔ (طبرانی)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

سجدۂ سہو

س:...... کن کن نمازوں میں ان نقصانات کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے؟

ج:...... نماز چاہے فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو یا نفل ہو، اس حوالے سے تمام نمازیں ایک جیسی ہیں، ان میں سے کسی بھی نماز میں سجدۂ سہو واجب کرنے والا نقصان ہوگا تو اس نماز میں سجدہ سہو سے نقصان پورا ہو جائے گا۔

س:...... جماعت کی نماز میں امام پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو کیا مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدۂ سہو کریں گے؟

ج:...... جی ہاں! امام کے پیچھے جتنے بھی مقتدی ہوں چاہے وہ شروع سے امام کے ساتھ ہوں یا بعد میں شامل ہوئے ہوں ان سب کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا، فرق صرف اتنا ہے کہ جو شخص شروع سے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو تو وہ شخص سجدہ سہو کرنے کا ایک سلام پڑھتے ہوئے دائیں طرف منہ پھیرے گا لیکن جو بعد میں شامل ہوئے ان کی بعض رکعات رہ گئی ہیں تو وہ منہ پھیرے بغیر امام کے ساتھ سجدہ سہو کریں گے۔

س:...... کسی مقتدی نے جماعت میں شامل رہتے ہوئے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور امام کی نماز کی تکمیل کے بعد اپنی رہ جانے والی رکعتوں کے پورا کرتے ہوئے اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو کیا وہ اپنی نماز کی تکمیل پر دوبارہ سجدۂ سہو کرے گا؟

ج:...... جی ہاں! اس لئے کہ باقی رہ جانے والی نماز امام کے ساتھ مکمل پڑھی جانے والی نماز سے علیحدہ شمار کی گئی ہے، اگرچہ اس کے لئے دوبارہ تکبیر تحریمہ نہیں پڑھی جاتی، اس لئے بقیہ نماز کی تکمیل کے دوران سجدہ سہو واجب ہو جائے تو اسے اپنی نماز کی تکمیل پر مکمل التحیات پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

س:...... جمعہ اور عیدین کی نماز صرف باجماعت ہی پڑھی جاتی ہیں اور مجمع بھی بہت بڑا ہوتا ہے، اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہونے کے باوجود کیا شریعت نے سجدۂ سہو نہ کرنے کی رعایت دی ہے؟

ج:...... جی ہاں! مجمع کی کثرت کی وجہ سے سوال میں ذکر کردہ دونوں باجماعت نمازوں میں شریعت نے اجازت دی ہے کہ سجدۂ سہو واجب بھی ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کیا جائے اور بغیر سجدہ سہو کے بھی وہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اور درست کہلائیں گی۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

حج.....عشق کی آخری منزل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

چونکہ شوال کا چاند نظر آتے ہی ’’اشہر حج‘‘ یعنی حج کے مہینے شروع ہوچکے ہیں اور حج پر جانے والے حضرات حج کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتے ہیں، حجاج کے لئے جہاں اور چیزوں کی تیاری ضروری ہے، وہاں حج کے مسائل کا سیکھنا بھی شدید ضروری ہے، کیونکہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو چیز فرض ہے، اس کی ادائگی کے لئے اس کا سیکھنا بھی فرض ہے۔ اس لئے حجاج اپنی استطاعت کے مطابق حج کے مسائل اور حج کی روح سیکھ کر جائیں، حجاج کرام کی سہولت کے لئے حج سے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی ایک تحریر اداریہ کے طور پر پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق، رجع کیوم ولدتہ امّہٗ.‘‘ (صحیح بخاری، ج:۱، ص:۲۰۶)

ترجمہ:......’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور دوران حج نہ فحش کا ارتکاب کیا نہ کسی اور گناہ کا، تو یہ شخص ایسا لوٹ کر آئے گا گویا آج پیدا ہوا۔‘‘

’’عن ابی اُمامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر او مرضٌ حابسٌ فمات ولم یحج، فلیمت ان شاء یھودیًا وان شاء نصرانیًا، رواہ الدارمی.‘‘

ترجمہ:......’’حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو نہ تو ظاہری محتاجی نے حج سے روکا (کہ وہ مکہ مکرمہ تک جانے کے وسائل نہیں رکھتا تھا) نہ کسی ظالم بادشاہ (کی طرف سے عائد پابندی) نے، اور نہ کسی روکنے والی بیماری نے، اس کے باوجود وہ حج کئے بغیر مرا، تو چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔‘‘ (نعوذ باللہ)

’’عن ابن عمر قال قام رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! فما الحاج؟ قال: الشعث التفل، وقام آخر فقال: یارسول اللہ! وما الحج؟ قال: العج والثج......‘‘ (ابن ماجہ، ص:۲۰۸)

ترجمہ:......’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حج کرنے والے کی شان کیا ہونی چاہئے؟ فرمایا اس کا سر پراگندہ ہو اور بدن میل کچیل سے اٹا ہوا ہو۔ دوسرے نے پوچھا،

یارسول اللہ! کون سا حج (یعنی ان اعمال میں سے کون سا عمل) سب سے افضل ہے؟ فرمایا: ”العج و الثج.“ آواز بلند کرنا (یعنی بلند آواز سے بکثرت تکبیر پڑھنا) اور خون بہانا (یعنی زیادہ سے زیادہ قربانی کرنا)۔“

ان ارشادات میں حج کی فضیلت، اس کے آداب، قدرت کے باوجود حج سے محروم رہنے کا وبال اور حج کے بعض اعمال کو بیان فرمایا گیا ہے۔

حج اسلام کے ارکان میں آخری رکن اور سالکین راہ خداوندی کا انتہائے سفر ہے، حج کو اگر واقعی حج کی طرح کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں تو عبدیت و بندگی کے سارے مرحلے اور عشق ومحبت کی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ حج کرنے کے بعد آدمی گناہوں کے میل کچیل سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ”حج مبرور کا بدلہ بس جنت ہے“ اور یہی وجہ ہے کہ حج تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے ملانے والے راستوں پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کے نقش پا ثبت ہیں، اور ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں اس درمحبوب کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کی ہے (صلی اللہ علیہم اجمعین)، خدا ہی جانتا ہے کہ اس حرم پاک اور ارض مقدس کو کتنے قدسیوں کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے، ظاہر ہے کہ زائرین حرم ان سب کی برکتوں دعاؤں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں۔

یوں تو اسلام کے سارے ارکان عبدیت وفنائیت کا بے مثال مرقع ہیں، لیکن ان میں عشق کے ساتھ پاسبان عقل کا پہرہ بھی رہتا ہے، حج ایسی عبادت ہے جس میں ”لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے“ پر عمل پیرا ہونے کی نوبت آتی ہے۔ حج کی تیاری شروع ہوئی عقل عیار نے طرح طرح کے مشورے دینے شروع کئے، کبھی بال بچوں کی تنہائی کا خوف دلایا، کبھی روپے پیسے کے اتنے بڑے خرچ پر نکتہ چینی کی، کبھی دکان اور کاروبار اجڑ جانے کے اندیشے دلائے، کبھی بچوں کی شادی بیاہ کے شاخسانے کھڑے کئے، کبھی طویل سفر کی صعوبتوں سے ڈرایا، لیکن ایمان، عقل کا ہاتھ جھٹک کر میدان عشق میں کود گیا، اور سود وزیاں کی کوئی منطق اس کے آڑے نہ آئی، وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا:

اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل ترے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

اجازت ہوئی تو خمار عشق نے عقل وعادت کے سارے قانون توڑ ڈالے، زرق برق اتار، کفن پہن، کوہ وبیاباں میں دیوانہ وار بادیہ پیمائی شروع کردی، سر شوریدہ، پاؤں میں ڈھنگ کا جوتا نہیں، جسم میل وکچیل اور گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے، کبھی زور زور سے چیختا ہے، کبھی کسی کے در ودیوار کے چکر لگاتا ہے، کبھی مستانہ وار محبوب کی دہلیز پر پیشانی رگڑتا ہے، کبھی کسی کے آنچل کو چوم کر سر آنکھوں سے لگاتا ہے، کبھی اپنے بخت رسا پر ناز کرتے ہوئے یہ کہتا ہے:

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خویش کہ بکویت رسیدہ است
ہزار بار بوسہ زنم من دست خویش را
کہ بدامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

جب اس پر بھی محبت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی تو دیوانے کو ویرانہ پسند آتا ہے، آبادیوں کو چھوڑ کر جنگل کا رخ کرتا ہے، لیکن عشق کی ہوک ایک جگہ چین سے بیٹھنے نہیں دیتی، کبھی یہاں، کبھی وہاں، کبھی راتوں رات ادھر سے ادھر، کبھی زیر لب گنگناتا ہے، کبھی دھاڑیں مارتا ہے، کبھی چیختا ہے، کبھی

چلاّ تا ہے، کبھی روتے روتے گھگھی بندھ جاتی ہے، کبھی دیکھتے دیکھتے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، زبان عرض مدعا سے گنگ ہو جاتی ہے، دریائے حیرت میں ڈوب جاتا ہے، سارے دن کی آبلہ پائی چیخ و پکار سے بدن کا انگ انگ دکھنے لگتا ہے، ہاتھ پاؤں جواب دے جاتے ہیں لیکن دامِ زلف کے اسیر کی قسمت میں آرام کہاں؟ سورج ڈوبتے ہی پھر کسی کی تلاش میں چل نکلتا ہے، اس کی شوریدگی کو دیکھو، اور تو اور آج اس کے لئے نماز کے اوقات بھی بدل گئے، لوگ مغرب کے بعد مسجد کو دوڑتے ہیں اور یہ آشفتہ سر ایک ویرانے سے دوسرے ویرانے کا رخ کرتا ہے، صبحدم تیسری جگہ کبھی ادھر کبھی ادھر بھاگتا ہے، کبھی یہاں، کبھی وہاں کنکریاں مارتا پھرتا ہے، کبھی رضائے محبوب کے لئے جان کے نذرانہ پیش کرتا ہے، اور جب عشق کی کٹاری نے سب کچھ کاٹ ڈالا، وطن چھوڑا، لباس چھوڑا، آبادی چھوڑی، راحت و سکون چھوڑا، نہ کھانے پینے کا ہوش، نہ اٹھنے بیٹھنے کا پتا، بدن سے بدبو کے پھوارے پھوٹنے لگے، سر، بدن میں جوئیں رینگنے لگیں:

”کیا کیا نہ کیا عشق میں! کیا کیا نہ کریں گے!“

تو اچانک محبوب کی صدائے دلربا کانوں میں گونجی: ”یہاں کیا خاک چھان رہے ہو؟ اٹھو، سر، بدن کی صفائی کرو، کپڑے پہنو، آدمی بنو، ہماری زیارت گاہ خاص میں شام تک پہنچ جاؤ۔“ تب اس کے عشق کی آخری منزل آپہنچی، اور کشاں کشاں دیارِ محبوب کی طرف دوڑ پڑا، جاتے ہی در محبوب کے چکر لگائے اور بے اختیار اس سے لپٹ کر بلبلانے لگا، پھر اپنی داستان غم کیسے سنائی؟ اور کیا کیا سنا؟ یہ کون بتائے؟ اور کس طرح بتائے؟ جس کے ساتھ بیتی وہی جانے:

انجا کرا دماغ کس پر سوز باغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

الغرض حج عبدیت و فنائیت کی آخری منزل ہے، جس کی ساری روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں: ”العج والثج“ ہے، چیخنا اور خون بہانا، ہر چیز کا خون، عادات و اطوار کا خون، راحت و آرام کا خون، اوقات و مرغوبات کا خون، جذبات و خواہشات کا خون، عقل و خرد کے دانشمندانہ مشوروں کا خون اور آخر میں قربانی کے جانور کا خون۔ حج کی یہی روح دانشورانِ خام عقل کی نظر سے مخفی ہے، وہ نکتہ چینی کرتے ہیں کہ صاحب! خواہ مخواہ اتنے سارے جانوروں کو ضائع کرنے کا کیا مطلب؟ اب جن مسکینوں کو وادی عشق کی ہوا ہی نہیں لگی ہو انہیں کیا مطلب سمجھایئے؟ اور پھر ہمارے ان بزرجمہروں کو یہ ساری عقلی خرمستیاں دین اور دینی مسائل ہی میں سوجھتی ہیں، زندگی کے دوسرے شعبوں میں وہ خود اور ان کے خویش قبیلے کے دوسرے لوگ جو فضول خرچیاں کرتے ہیں، ان پر کبھی نظر نہیں جاتی، بلکہ اسے ”ضرورت“ سمجھا جاتا ہے۔

مثلاً سگار نوشی کو لیجئے! ہماری قوم سالانہ کتنے کروڑ روپے کا دھواں اپنے سینے پر جماتی ہے؟ گھروں کی زینت و آرائش پر کتنے ارب روپیہ ضائع کیا جاتا ہے؟ یہی صاحب بہادر جو سو، دو سو روپے کی قربانی کو قومی دولت کا ضیاع فرماتے ہیں، ان کے دفتروں کے سامان آرائش کا جائزہ لیجئے کہ وہ کس طرح قومی دولت کے تحفظ کا ”فریضہ“ انجام دے رہے ہیں، صاحب بہادر بوٹ پہن کر بھی فرش پر نہیں چل سکتے ہیں، اس کے لئے بھی لاکھوں کی قالینوں کا اہتمام ضروری ہے، حد یہ کہ اگر کسی بڑے صاحب بہادر کو ہوائی اڈے پر اترنا ہو تو جہاز سے کار تک قالینوں کا فرش بچھایا جاتا ہے، ہمارے ایک صاحب بہادر کسی زمانے میں ملتان کے دورے پر تشریف لے گئے، انہیں چند گھنٹے وہاں ٹھہرنا تھا، ان کے لئے بیت الخلاء پر پانچ ہزار روپیہ (جو آج کے پچاس ہزار کے مساوی ہے) صرف کیا گیا، اب تو متوسط طبقہ کے معیار زندگی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں روپے ٹی وی سیٹ جیسی بے کار چیز پر اڑا دیئے جاتے ہیں، لیکن بس ایک قربانی ان کے نزدیک دولت کا ضیاع ہے:

”بریں عقل و دانش بباید گریست“

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

دینی مدارس.....علم وعمل کی درسگاہیں!

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن مدظلہ، جامعہ دارالعلوم کراچی

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس
کارخانہ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے
دنیا میں حق کا بول بالا کیا

لبرل حلقوں، کمرشل میڈیا اور بعض حکومتی ذمہ داران کی طرف سے آئے دن دینی مدارس کے بارے میں طرح طرح کے خیالات کا اظہار ہوتا رہتا ہے، مثلاً یہ کہ ان کو سرکاری تحویل میں لیا جائے، ان کا نصاب تبدیل کیا جائے، ان مدارس میں میڈیکل سائنس اور انجینئرنگ کے مضامین شامل کئے جائیں کہ یہاں سے ڈاکٹر اور انجینئر تیار ہوں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض مدارس فرقہ وارانہ اور عسکری سرگرمیوں میں ملوث ہیں ___ اب پچھلے دنوں اسی طرح کا ایک تاثر اس پریس کانفرنس کا بھی تھا جو فوج کے شعبہ تعلقات عامہ (ISPR) کے ترجمان، ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل آصف غفور صاحب کی طرف سے ملکی میڈیا پر نشر کیا گیا، ملک میں برسراقتدار آنے والی مختلف حکومتوں کی طرف سے ماضی قریب وبعید میں یہ موضوع اٹھایا جاتا رہا ہے اور دینی مدارس کے اتحاد تنظیمات کے ذمہ داران کے ساتھ اس ضمن میں خاصی گفت وشنید بھی ہوتی رہی ہے لیکن عملی طور پر ابھی تک کوئی مثبت پیش رفت وجود میں نہیں آسکی ہے اور بالعموم لادین حلقوں اور میڈیا پر مدارس کا ذکر غیر ذمہ دارانہ، جاہلانہ اور ہتک آمیز انداز میں کیا جاتا ہے، اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ عالمی سطح پر عالم کفر نے اسلام کو نشانہ بنایا ہوا ہے لیکن براہ راست اسلام پر حملہ کرنے کی بجائے، ان کی حکمت عملی یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے متعلق درسگاہوں اور دینی وعلمی شخصیات کو مطعون کیا جائے، اس ملک کا لبرل اور دین سے لاتعلق طبقہ غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے عموماً بیرونی افکار وخیالات کو زیادہ فوقیت دیتا ہے اس لئے آزادانہ تحقیق اور حقیقت شناسی کے بجائے ان کی زبان وقلم پر بیرونی خیالات ہی کی چھاپ زیادہ ہوتی ہے اور دشمنان ملک وملت کے من گھڑت و بے بنیاد الزامات کو آگے بڑھانے کے لئے اسی طبقہ کا حلق وقلم ڈھول بنتے ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ عوام میں سے ایسے لوگ جن کا مدارس سے کوئی قریبی تعلق نہیں ہے وہ بھی ان مدارس کو علمی درسگاہ اور اخلاقی تربیت گاہ کے طور پر نہیں بلکہ کچھ مذہبی رسومات کے مراکز سمجھتے ہیں، اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ خود اسلام کے بارے میں ضروری معلومات اور حقیقی آگاہی سے نابلد ہے۔

یہ دوسری بڑی وجہ بطور خاص توجہ طلب ہے اور ملک کے دینی و دعوتی حلقوں کو اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، مسلم عوام بحمد اللہ، اسلام سے وابستہ ہیں لیکن کچھ اپنی ناواقفیت اور کچھ بیرونی عوامل کی بناء پر اسلام کو خالص مغربی تصور کے مطابق عبادات کے محدود دائرے میں منحصر سمجھ کر محض روایتی مذہب (Religion) کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے، اُسی طرح جس طرح عیسائیت، ہندو ازم اور بدھ ازم کو دیکھا جاتا ہے، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب تو زندگی کے وسیع تر شعبہ جات کے لئے ہدایات و تعلیمات سے تہی دامن ہیں اور مذہب چند رسومات سے عبارت ہے جبکہ اسلام اس مفہوم میں مذہب نہیں ہے، اسلام دین ہے اور انسانی زندگی کے ہر ہر مرحلہ کے لئے جامع ہدایات و احکام رکھتا ہے، مسلمان ہونا صرف مسجد تک محدود نہیں ہے بلکہ عبادات، معاملات، معاشرت، دل کے جذبات واحساسات اور عقائد کے وسیع تر دائرے میں فرد کے ظاہر وباطن سے لے کر اس کی اجتماعی زندگی کے ہر ہر موڑ کے لئے حکیمانہ تعلیمات پر مشتمل دین ہے اور اس وسیع تر مفہوم میں اسلام زندگی کا مکمل دستور العمل اور فکر وعمل کا جامع ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان

اپنے شب و روز میں جس موڑ پر کھڑا ہو یا جس مشغلے سے وابستہ ہو وہ اسلامی احکام کے کسی نہ کسی حکم کا حامل ضرور ہوتا ہے۔

اعمال و افعال کی نسبت سے اسلام کے سات احکام ہیں ، فرض، واجب، مسنون، مندوب، حرام، مکروہ اور مباح، اور کوئی بھی مسلمان شب و روز کی کسی بھی کیفیت میں ان احکام میں سے کسی حکم سے باہر نہیں رہ سکتا کہ اسلام کسی خاص رسم یا کسی خاص سرگرمی کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر ہر موڑ پر انقیاد ، اطاعت ، اتباع اور قرآن و سنت کے احکام کی بجا آوری کا نام ہے، میڈیکل، انجینئرنگ، بزنس اور منجمنٹ سے متعلق ادارے جامعیت کے ساتھ فرد کی زندگی کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ جزوی طور پر محدود وقت کے لئے میدان عمل فراہم کرتے ہیں، اس لئے دینی مدارس کو عام تعلیمی اداروں پر قیاس کرنا کم فہمی کی بات ہے۔

یہاں مکمل دین پڑھایا جاتا ہے، اس لئے جامعیت اور دستور زندگی ہونے کے تناظر میں دینی مدارس کو سمجھنا چاہئے کہ ان میں وحی الٰہی کے دائرے میں قرآن و سنت کی ہمہ گیر تعلیمات و احکام سے آگہی کے حصول پر توجہ مرکوز ہوتی ہے جس کے نتیجے میں با عمل مسلمان وجود میں آتا ہے اور اسلامی نظریۂ حیات کی رو سے عبدیت و بندگی کا یہی معیار بندۂ مومن کا نصب العین اور وظیفۂ حیات ہے۔

ان مدارس میں قرآن و سنت کے احکام تک رسائی کے لئے ابتدائی طور پر بہت سے علوم و فنون پر عبور حاصل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اس کے لئے موجودہ رائج الوقت نظام میں، میٹرک کے بعد آٹھ سالہ درس نظامی کا مفصل نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ جس کے بعد فاضل درس نظامی اپنی صلاحیت واستعداد کی رو سے علم کے مآخذ سے استفادے کا حامل قرار پاتا ہے اور اس کو قرآن وسنت کے علوم پر مشتمل علمی و تحقیقی مصادر و مآخذ تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے، آٹھ سال کا یہ دورانیہ جہد مسلسل کی شرط کے ساتھ کارآمد ہوتا ہے یہاں قصے، کہانیاں یا رسمی سرگرمیاں نہیں، اساسی اور ٹھوس علمی تحقیقات و مذاکرات ہوتے ہیں۔

ماضی قریب میں ہم نے دیکھا کہ مختلف تعلیمی سالوں میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درس نظامی سے جہاں مختلف صلاحیتوں کے حامل، عصری تعلیم کی اونچی ڈگریاں رکھنے والوں نے استفادہ کیا وہاں میڈیکل کے شعبے سے منسلک نمایاں حیثیت رکھنے والے ڈاکٹروں نے بھی داخلہ لیا اور علوم دینیہ حاصل کرنے کے مبارک شوق و جذبے کے تحت دورۂ حدیث تک درس نظامی کی تکمیل کی، جدید تعلیم سے آراستہ یہ حضرات، اپنے میدان کے شہسوار ہونے کے باوجود، ان کو درس نظامی کے محنت طلب نظام میں اُسی طرح عرق ریزی کرنی پڑی جس طرح دیگر طلبہ کرتے ہیں۔

جو عناصر دور بیٹھ کر مدارس اور ان میں رائج نصاب و نظام پر تبصرہ کرتے ہیں یہ تبصرہ ظالمانہ سنگ باری سے کم نہیں ہے، انہوں نے کبھی کسی مدرسہ میں جھانکا بھی نہیں، نہ وہاں کے مقاصد سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی، اس لئے ان کے حلق سے وہی جملے نکلتے ہیں جو دشمنانِ دین کا وتیرہ ہے۔

نہیں کہا جاسکتا کہ پس پردہ وہ کیا غیر معمولی حالات ہیں جن کی بنا پر فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کے ترجمان کو دینی مدارس کے موضوع پر پریس کانفرنس میں کچھ اقدامات کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اگر تعلیم کو پیش نظر رکھنا ہے تو عصری تعلیم سے متعلق ادارے زیادہ توجہ طلب ہیں کہ ان پر سرکاری خزانے کے اربوں، کھربوں تک کے بھاری بھرکم مصارف خرچ ہوتے ہیں اور ملک کی آبادی کا بڑا حصہ ان سے وابستہ ہے، لیکن وہاں تعلیم کا کوئی معیار نہیں ہے، ملک یکساں نظام تعلیم سے محروم ہے یہاں تعلیم کے مختلف دھارے متحدہ قومیت اور حقیقی پاکستانیت تشکیل دینے کے بجائے عوام کو مختلف طبقات میں تقسیم کررہے ہیں، سرکاری تعلیمی اداروں کی کارکردگی بھی ناقص اور پاکستانی تشخص کا بھی یہاں فقدان ہے جبکہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے کسب مال کی انڈسٹریاں ہیں، جہاں متمول گھرانوں کے بچے بھاری بھرکم فیس ادا کرتے ہیں، ان میں سے بہت سے ادارے ایسے ہیں جہاں کے ماحول میں زبان اور کلچر دونوں جگہ غلامانہ نقالی نظر آتی ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک ستر سال کے طویل ترین زمانے میں ہم ایسا ادارہ نہیں بنا سکے جو عالمی معیار کا ہو اور جس کی موجودگی میں یہاں کا نوجوان اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر کی دنیا کی طرف نہ دیکھتا ہو، پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک ہر جگہ تعلیمی اور اخلاقی پستی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، ان اداروں سے جس درجے کے بھی سند یافتہ نوجوان باہر نکلتے ہیں وہ ملازمت کے لئے سرگرداں رہتے ہیں اور گزر اوقات کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

روز افزوں جرائم .... اسباب اور حل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں دو چیزیں بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں: ایک گرانی اور دوسرے جرائم۔ حد یہ ہے کہ جو لوگ نفرت کی آگ لگانے اور شعلہ بھڑکانے میں قیادت کے منصب پر فائز ہیں اور جرائم پیشہ لوگوں کو ان کا خصوصی سایہ عاطفت حاصل ہے، ان کا بھی پیمانہ صبر لبریز ہو رہا ہے، چنانچہ بی جے پی قائد اور ملک کے سابق وزیر داخلہ نے بھی جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان پر سخت تشویش ظاہر کی ہے، انہوں نے اپنی اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ جبری عصمت ریزی کے مجرم کو پھانسی کی سزا دی جانی چاہئے، اسکولوں اور مخلوط تعلیم گاہوں میں لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کے بڑھتے ہوئے واقعات کے پس منظر میں دہلی کی سابق بی جے پی گورنمنٹ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسکرٹ کے بجائے یونیفارم میں شرٹ، شلوار دوپٹہ کو لازم قرار دیا جانا چاہئے۔ دراصل گزشتہ چند سالوں سے ملک اور ملک کے بڑے بڑے شہروں میں جرائم کے اعداد و شمار کی جو تفصیلات سامنے آرہی ہیں، اس نے ہر شخص کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کس طرح جرائم کی روک تھام کی جائے؟ اور ان حضرات نے اس روک تھام کے لئے جن تدابیر کا ذکر کیا ہے وہ دراصل اسلام کے تصور جرم و سزا اور طریقہ اصلاح کا خاموش اعتراف ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جس سماج میں پیدا ہوئے وہ نہایت جرائم پیشہ سماج تھا، چوری، ڈاکہ زنی، قتل ناحق، دختر کشی، اخلاقی اور سماجی برائیاں، کون سے جرائم تھے جو وہاں کثرت سے نہ ہوتے تھے؟ شراب جو تمام برائیوں کی جڑ ہے وہ لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھی، زمانہ جاہلیت میں شراب کے قریب سو نام ملتے ہیں، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کم سے کم سو قسم کی شراب اس زمانے میں پائی جاتی تھی۔ قتل و غارت گری اور ڈاکہ زنی کا حال یہ تھا کہ لوگ قافلہ کے بغیر تنہا ایک دو آدمی سفر کے لئے نہیں نکلتے تھے کہ اس کے بغیر بہ سلامت واپس آنے کی امید ہی نہیں رہتی تھی۔

بدکاری کا حال یہ تھا کہ لوگ اس بات کو بھی درست سمجھتے تھے کہ اچھی نسل حاصل کرنے کے لئے اپنی بیوی کو دوسرے مرد کے پاس بھیجا جائے اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک عورت سے کئی مرد ہم آغوش ہوتے اور جب بچہ ہوتا تو قیافہ شناس سے نسب کی شناخت کرواتے، اس کو ''نکاح رھط'' کہا جاتا تھا۔ (بخاری، ج:۲، ص:۷۶۹) بے حیائی اور فحاشی عروج پر تھی کہ لوگ اپنی بدکرداریوں کو لکھ کر غلاف کعبہ سے آویزاں کر دیتے تھے اور بے تکلف اپنے اشعار میں اس کا ذکر کرتے تھے، جنگ و جدال تو گویا ان کی طبیعت ثانیہ تھی اور معمولی واقعات پر مدتوں بلکہ نسلوں معرکہ آرائی ہوتی رہتی تھی۔

ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے جرم و گناہ کے اس جنگل کو صدق و صفا اور محبت و وفا کی بستی بنا دیا، آپؐ نے اس کے لئے تین طریقے اختیار کئے: اول دلوں کا تزکیہ اور لوگوں کی فکر اور سوچ میں انقلاب، دوسرے ان اسباب و محرکات کا سدباب جو جرم میں معاون ہوتے ہیں، تیسرے سنگین جرائم پر سخت سزائیں، یہی طریق کار تھا جس نے جرائم کے خوگر عرب سماج کی حالت بدلی اور انسانیت کے قاتلوں کو انسانیت کا محافظ اور نگہبان بنا کر کھڑا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی کہ دلوں کی دنیا میں انقلاب لایا جائے، دل میں خدا کا ایسا خوف بٹھایا جائے اور آخرت کی جواب دہی کا ایسا احساس جاگزیں کیا جائے کہ انسان جیتے جی موت کے بعد کی زندگی کو دیکھنے لگے، آخرت سے پہلے ہی آخرت اس کے سامنے آ جائے، وہ محسوس کرلے کہ گویا وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے، یہی انقلاب تھا جس کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ معمولی سے معمولی گناہوں پر تڑپ اٹھتے تھے اور

بے چین ہوجاتے تھے۔

کتب احادیث میں ایک صحابی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور ایک صحابیہ حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آتا ہے، ازراہ بشریت ان سے بُرائی کا صدور ہوگیا، ان کی غلطی کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی زبان نے ٹوکا، نہ کسی مدّعی نے ان کے خلاف بارگاہ نبوی میں دعویٰ کیا لیکن احساس گناہ نے ان کے زندہ اور صاحب ایمان ضمیر کو ایسا تڑپادیا کہ از خود دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اس جرم کی سزا نہایت ہی سخت اور عبرت انگیز ہے، اعتراف جرم فرمایا، یہ احساس اتنا شدید تھا کہ یہ بھی نہیں فرمایا کہ مجھ سے فلاں بُرائی ہوئی ہے بلکہ عرض کیا: ''انی ھلکت یا رسول اللّٰہ!'' (اللہ کے رسول! میں تو لٹ گیا، میں ہلاک و برباد ہوگیا) گویا کسی گناہ کے صدور کو اپنے لئے سب سے بڑی ہلاکت اور بربادی کی بات سمجھتے تھے، آپؐ نے بار بار چہرہ پھیرا اور ایسا عنوان اختیار فرمایا کہ ان کو اپنے اعتراف کی تعبیر و توجیہ اور انکار کا موقع میسر آجائے، لیکن وہ بار بار یہی کہتے کہ مجھے پاک فرمادیجئے، یہاں تک کہ ان پر شرعی حد نافذ فرمائی، یہی وجہ تھی کہ پورے عہد نبوت میں ایسے جرائم جن پر حد شرعی مقرر ہے کے صرف چھ سات واقعات ملتے ہیں۔

انسانی ضمیر بیدار کرنے اور جرم کی شناعت کو ذہن میں بٹھانے کے لئے آپ لوگوں کی نفسیات کے مطابق ان کی تفہیم فرمایا کرتے تھے، ایک صاحب نے آپؐ سے عرض کیا کہ وہ اور گناہوں سے تو باز آسکتا ہے لیکن زنا سے باز نہیں آسکتا، آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اگر کوئی تمہاری ماں سے بدکاری کرے تو کیا تم اس کو پسند کروگے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا، آپؐ اسی طرح بہن، بیوی، بیٹی کے بارے میں دریافت کرتے رہے اور وہ کہتے گئے کہ میں ایسا بالکل پسند نہیں کروں گا، پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم جس عورت کے ساتھ بدکاری کروگے وہ بھی تو کسی کی ماں، بیوی، بہن یا بیٹی ہوگی، ان کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ تائب ہوگئے، ایک دفعہ فرمایا کہ جب کسی اجنبی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور طبیعت کا میلان ہوجائے تو اپنے گھر آجاؤ، اس لئے کہ تمہاری بیوی بھی تمہاری خواہش کی تکمیل کا وہی سامان رکھتی ہے جو وہ عورت رکھتی ہے۔

عام طور پر مجرمانہ واقعات مال وزر کے حصول کے لئے پیش آتے ہیں، مال کی بے وقعتی اور دنیا کی بے ثباتی آپؐ نے لوگوں کے ذہن میں اس درجہ بٹھادی تھی کہ وہ دوسروں کا مال لینے سے خوب اجتناب کرتے تھے، جب کبھی آپ ایسی جگہ تشریف لے جاتے جہاں آسائش وآرائش کے اسباب نظر آتے اور عیش و مستی کا سروسامان ہوتا تو فرماتے کہ عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے، جو بے پناہ اور لافانی ہے: ''اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرۃ'' اس طرح آپؐ اپنے رفقاء کو تعلیم دیتے کہ جب اسباب دنیا پر دل ریجھنے اور طبیعت مچلنے لگے تو آخرت کے سامان عیش کو یاد کرلیں، اس سے نفس کے حرص وطمع کا علاج ہوجائے گا۔

ایک صاحب کا مقدمہ خدمت اقدس میں آیا، گواہان نہیں تھے، اس لئے فریقین کا بیان سن کر آپؐ نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا، پھر فرمایا کہ ممکن ہے کہ میں نے تمہاری چرب زبانی سے متاثر ہوکر تمہارے حق میں فیصلہ کردیا ہو، حالانکہ فی الحقیقت وہ زمین تمہاری نہ ہوتو اگر ایسا ہو تو یہ تمہارے حق میں زمین کا نہیں جہنم کا ٹکڑا ہے، آپ کی یہ بات سنی تھی کہ وہ صاحب زمین سے دستبردار ہوگئے اور دوسرے فریق نے بھی قبول کرنے سے انکار کردیا بالآخر آپؐ نے وہ زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم فرمائی اس لئے جب تک دل کی دنیا نہ بدلے اور بنیادی فکر اور سوچ میں انقلاب نہ آئے سماج کو جرائم سے پاک کرنا ممکن نہیں۔

دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راستوں کو بند کیا جو آدمی کو گناہ تک لے جاتے ہیں، مثلاً اسلام میں زنا حرام ہے تو شریعت نے اس جرم کو روکنے کے لئے ممکنہ تدبیریں بھی اختیار کی ہیں، پردہ کا نظام قائم کیا گیا، غیر محرم خواتین کے ساتھ تنہائی کو منع فرمایا گیا، مخلوط تعلیم اور عبادت کی ممانعت کی گئی، شراب اور نشہ جو ایسی بُرائیوں کا سب سے بڑا محرک ہے اس کو سنگین جرم قرار دیا گیا، نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی، نکاح میں تاخیر اور تجرد کی زندگی کو آپ نے ناپسند فرمایا، فحش لٹریچر اور پوسٹرز کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی، غرض وہ تمام راہیں بند کردی گئیں جو انسان کو اس گناہ تک لے جاتی ہوں، اس کے ساتھ جب زنا کو حرام قرار دیا گیا تو نہ جرم سے بچنا لوگوں کو دشوار ہوا اور نہ جرم سے روکنے کے لئے کوئی مہم جوئی کرنی پڑی۔

یہی حال شراب کا ہے، آپ نے نہ صرف شراب پینے کو حرام قرار دیا بلکہ شراب کی

خرید وفروخت اوراس کی صنعت، نیز اس کے حمل ونقل کوبھی، اس طرح شراب کا حاصل کرنا ہی کار دشوار ہوگیا اگر ایسا ماحول پیدا کردیا جائے تو جو لوگ منشیات کا رجحان رکھتے ہیں پہلے مجبوراً منشیات سے باز آئیں گے اور پھر یہی ان کی عادت ہوجائے گی۔

جرم کو روکنے کے لئے تیسرا طریقہ قانون کا ہے بعض انسانی طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آپ کتنی ہی محبت کی زبان استعمال کرلیں اور نصح و ہمدردی کے ساتھ دل کے بند دروازوں پر دستک دیں، قانون کی تلوار کے سوا کوئی چیز ان کو سرخمیدہ نہیں کرپاتی ایسے لوگوں کے لئے سخت قانون بھی ایک ضرورت ہے، اس وقت ایک رجحان یہ پیدا ہوگیا ہے کہ مجرم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رحم دلی اور عفو و درگزر سے کام لیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو، ثبوت جرم کے قانون کو سخت اور سزا کے قانون کو ہلکا بنایا جائے، گویا مجرم کو دوہرا فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے، اسلام کا تصور جرم وسزا یہ ہے کہ ثبوت جرم کے لئے تو مناسب شواہد کا فراہم ہونا ضروری ہے تاکہ بے قصور قصوار نہ ٹھہرے اور کسی کو جرم بے گناہی کی سزا ملنے نہ پائے، لیکن جب جرم ثابت ہوجائے تو سزا عبرتناک ہو، اور سزا کے نفاذ میں نرم روی اختیار نہ کی جائے، الا یہ کہ جرم کا تعلق کسی خاص انسان کے حق میں سے ہو اور وہ خود مجرم کو بخوشی معاف کردے، سزاؤں کے سخت ہونے کا فائدہ ماحول کی تطہیر اور عبرت انگیزی ہے، سزائیں اگر سخت نہ ہوں تو اس سے مجرم کو شہ ملتی ہے اور جرائم پسند طبیعتوں کا حوصلہ بڑھتا ہے، آج کل بڑے جرائم پر چند ہزار کے جرمانے عائد کئے جاتے ہیں چند ماہ یا سال سزائے قید ہوتی ہے، یہ جرائم کو روکنے اور مجرمین کے حوصلے پست کرنے کے لئے بالکل ناکافی اور غیر تشفی بخش ہیں، یہی وجہ ہے کہ مجرم سزا پانے کے بعد جرم سے بچنے کے بجائے اور بھی مہارت کے ساتھ جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ پولیس اسٹیشنوں میں ایک مجرم پر بیسیوں بار مقدمات دائر ہوتے ہیں اور وہ تھانہ اور جیل کو ''مہمان خانہ'' باور کرنے لگتا ہے۔

سزاؤں کے نفاذ میں سختی کی وجہ سے ردعمل کے طور پر پیدا ہونے والے جرائم کا سدباب ہوتا ہے، کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوئی ہو اور مجرم کو کماحقہ سزا مل جائے تو مظلوم کی تشفی ہوجاتی ہے اور آتش انتقام بجھ جاتی ہے، اگر اسے یہ احساس ہو کہ ان کے مجرم کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا اور اسے اس کے جرم کی نسبت سے سزا نہیں مل پائی تو اندر ہی اندر شعلۂ انتقام بھڑکتا ہے اور موقع کی تاک میں رہتا ہے اور جب بھی کوئی موقع ملتا ہے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا خیال جڑ پکڑتا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے کہا ہے کہ قصاص یعنی مقتول کے بدلہ قاتل کو قتل کرنے میں تمہارے لئے زندگی اور حیات مضمر ہے۔

''ولکم فی القصاص حیاۃ'' (البقرہ:۱۷۹)

یہ حقیقت تجربات کی کسوٹی پر پرکھی ہوئی ہے اور مہر نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہے کہ اگر انسان کو جرائم سے پاک، محفوظ اور پرسکون سماج مطلوب ہو تو اسے ماضی کی طرف لوٹنا ہوگا اور اسی سماج اور سماج کے طریقۂ اصلاح کو اپنے لئے اسوۂ نمونہ بنانا پڑے گا، جسے صحرائے عرب کے بدوؤں پر پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کے مردہ ضمیر کو زندہ کرنے کی ادنیٰ سی کوشش بھی نہیں کی جارہی ہے، حکومت کی انتظامی مشینری جس کی تربیت اور ذہن سازی سرکاری فریضہ ہے، وہ سرتاپا کرپشن میں ڈوبی ہوئی ہے اور ظلم وجور اور بداخلاقی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جرائم کے اسباب وعوامل پر تو کیا روک لگے گی، ایسے راستے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے جارہے ہیں جو نوجوانوں کو جرم پر اکسائیں اور تشدد کے طریقے بتائیں۔

بداخلاقی سکھانے اور مجرم بنانے کے لئے فلمیں ہی کیا کم تھیں کہ ٹی وی کا سیل رواں بھی گھر گھر داخل ہوا، پھر اسٹار ٹی وی کی لعنت آئی جو لوگوں کو دنیا کے کونے کونے میں پائے جانے والے مجرمانہ طریقے اور حیاء سوزی کے نت نئے انداز سے روشناس کرتی ہے، سنا ہے کہ انٹرنیٹ کا جادو اور اس کا مفسدانہ استعمال ان فنون سے بھی ماسوا ہے، پرنٹ میڈیا میں جو اخلاق سوز مواد آرہا ہے وہ اس کے علاوہ ہے، اب تو جرائم کی زندہ کہانیاں بھی چھپ رہی ہیں اور منہ مانگے دام بک رہی ہیں تاکہ لوگ جرم و بداخلاقی کے نت نئے انداز سیکھ لیں اور حسب توفیق ان کا تجربہ کریں۔

تو کیا جرائم کی اتنی اثر انگیز اور وسیع الاثر تعلیم نیز ان کے لئے ممکنہ اسباب و وسائل کی فراہمی کے باوجود پُرامن اور جرائم سے محفوظ سماج کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے اور کیا رات کی تہہ درتہہ تاریکی میں سورج کی کرنیں ہاتھ آسکتی ہیں؟

☆☆..........☆☆

پیر طریقت، مفسر قرآن

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ

مختصر حالات، خدمات

مولانا سیّد زین العابدین

مورخہ ۲؍جون ۲۰۱۹ء مطابق ۲۷؍رمضان ۱۴۴۰ھ، شام ساڑھے پانچ بجے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز؛ موجودہ وقت میں ہندوستان کے سب سے بڑے بزرگ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ کا تقریباً سو سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ ان بزرگوں کی آخری کڑی تھے، جنہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ جیسے انقلابی راہنماؤں کی زیارت کی تھی اور تبلیغی جماعت کے تینوں امرا مولانا محمد الیاسؒ، مولانا محمد یوسفؒ اور مولانا انعام الحسنؒ کا مکمل دور دیکھا تھا، وہ اس وقت بہت سے حالات و واقعات کے واحد عینی شاہد تھے، اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ ایک عالم باعمل اور متبع سنت شیخ اور ایک ماہر مفسر قرآن تھے۔ اپنی زندگی کا پون صدی کا عرصہ دینی خدمات میں گزار کر اور نہ جانے کتنی ہی خلق خدا کو خالق کی طرف رجوع کروا کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ اَللّٰھم اغفرلہ وارحمہ!

مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ کی پیدائش ۱۱؍جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۱۹۲۲ء کو کاندھلہ میں مولانا رؤف الحسن کاندھلویؒ کے گھر میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم حافظ رحیم بخش صاحبؒ سے حاصل کی اور حافظ سعادت خان صاحبؒ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ مرادیہ مظفرنگر میں ہوئی۔ اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا عبداللطیفؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ اور مولانا اسعد اللہؒ جیسے اساتذہ سے قرآن و حدیث اور دوسرے علوم حاصل کئے۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۸ء میں مظاہر علوم سہارن پور ہی سے فاضل ہوئے۔ پہلی بیعت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے ہوئی، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت رائے پوریؒ سے ہی آپ کو اجازت و خلافت نصیب ہوئی۔ پاکستان میں حضرت رائے پوریؒ کے آخری خلیفہ مجاز دعوت و تبلیغ پاکستان کے امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحبؒ تھے، جب کہ مولانا افتخار الحسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد ہندوستان میں اب حضرت رائے پوریؒ کے ایک آخری خلیفہ مجاز مولانا پیر مکرم حسین سنسارپوری رہ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و ایمان کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ بہرحال مولانا افتخار الحسن صاحبؒ موجودہ وقت میں ہندوستان کے سب سے بڑے متشرع اور متبع سنت پیر تھے، بہت بڑی تعداد میں پوری دنیا میں آپ کے مریدین موجود ہیں، مگر اس سب کے باوجود خلافت ملنے کے بعد ستر سالہ عرصہ خانقاہی زندگی میں گزرا اور صرف ۵۳؍لوگوں کو خلافت دی، اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ اجازت و خلافت کوئی معمولی چیز نہیں ہے، حضرت رائے پوریؒ کی طرف سے آپ کو ''صوفی'' کا لقب دیا گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اپنی آپ بیتی میں آپ کا تذکرہ ''صوفی افتخار'' کے نام سے کرتے ہیں۔

مولانا افتخار الحسن صاحبؒ نے فراغت کے بعد قرآن وحدیث کی خدمت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، چناں چہ کاندھلہ کی جامع مسجد میں اپنے روزانہ کے درسِ قرآن کے ذریعہ نصف صدی تک قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ اپنے وقت کے عظیم مفسر قرآن تھے، آپ نے ۵۲ سال مسلسل کاندھلہ کی جامع مسجد، پھر اپنے محلّہ کی مسجد میں فجر کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ درسِ قرآن دیا اور اس عرصہ میں ۵ بار درسِ قرآن مکمل فرمایا، جس کا آخری ختم غالباً ۱۹۹۳ء میں ہوا جس میں بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا تھا، کاندھلہ کی پوری عیدگاہ بھرگئی تھی اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے شرکت فرمائی تھی۔ اقراء روضۃ

الاطفال کے نائب مدیر مفتی خالد محمود صاحب نے مجھے بتایا کہ ۱۹۸۰ء میں جب میں دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں پہنچا تو وہاں سے کاندھلہ جانا ہوا اور بعد فجر مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے درسِ قرآن میں بھی شرکت ہوئی، آپ ایک ایک آیت پر علم کے دریا بہادیتے تھے اور آیت کے ایک ایک جزئیہ پر بحث فرماتے، جس کو مکمل کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے، معلوم ہوا کہ سورۃ البقرۃ کی صرف ایک آیت واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ پر آپ نے کم وبیش ۴۵ دن تک کلام فرمایا تھا، خدا کرے آپ کا پورا درسِ قرآن محفوظ کرلیا گیا ہو اور اس کو مرتب کر کے شائع کیا جائے تو یہ بڑی زبردست چیز اور عظیم الشان خدمت ہوگی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے استحضار کا عالم یہ تھا کہ دورانِ تقریر بڑی بڑی احادیث، عربی عبارتیں زبانی پڑھ دینا عام بات تھی۔ انہی علمی خدمات کی وجہ سے آپ کو مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ذمہ داران نے اپنی مجلس شوریٰ کا رکن بھی بنایا ہوا تھا۔ آپ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے برادر نسبتی اور مولانا الیاس صاحبؒ کے پڑپوتے مولانا محمد سعد کاندھلوی کے شیخ ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی جنازہ کی نماز بھی مولانا سعد کاندھلوی نے پڑھائی (نماز جنازہ میں بہت بڑا مجمع تھا)۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے ذمہ داران حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دونوں کو اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی تھی۔ جب کہ مولانا افتخار الحسن صاحبؒ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے خسر بھی ہیں۔ مولانا افتخار الحسن صاحبؒ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ بڑے بیٹے مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی دورِ حاضر کے ممتاز محقق، مصنف اور شان دار صاحب قلم ہیں۔ مولانا راشد کی کئی تحقیقی اور نادر و نایاب کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جانا ہی ہے، لیکن اتنے صفات و کمالات کی جامع شخصیت کا دنیا سے جانا پیچھے رہ جانے والوں کے لئے صدمہ کا باعث بنتا ہے اور ان بزرگوں کی برکات سے محرومی ہوتی ہے، لیکن بہرحال اللہ کی طرف سے موت کا فیصلہ اٹل ہے، اس لئے جانے والے بزرگ کو دعاؤں میں یاد رکھنا چاہئے اور ہر ایک کو اپنی زندگی بھی شریعت و سنت کے مطابق گزارنے کی فکر کرنی چاہئے تاکہ کل قیامت میں رب العزت کی بارگاہ میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ خدا تعالیٰ مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلویؒ کی مغفرت فرماکر ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین! ☆☆☆

بقیہ:...... دینی مدارس.... علم وعمل کی درس گاہیں!

کروڑوں نوجوانوں کے معیار تعلیم کو بہتر بنانا اور ان کے لئے مناسب روزگار فراہم کرنا! کیا قومی سطح پر توجہ طلب معاملہ نہیں ہے؟ اور کیا قومی وریاستی سطح پر تعلیم کا معاملہ ملکی دفاع سے کچھ کم اہمیت رکھتا ہے؟ اس افسوسناک صورتحال کو نظر انداز کر کے، مدارس کا غم سمجھ سے بالاتر ہے جبکہ یہاں نہ قومی خزانے کا ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے اور نہ یہاں کا فاضل حکومت وریاست سے حصول ملازمت کے لئے کوئی احتجاج کرتا ہے، بے سروسامانی کے باوجود یہ مدارس اپنے نصب العین کی طرف رواں دواں ہیں، ملکی سطح پر ان کی وجہ سے خواندگی میں اضافہ بھی ہورہا ہے، یہاں کے ماحول میں کسی طرح کا علاقائی، لسانی یا گروہی تعصب بھی نہیں ہے۔ یہ مدارس دینی اقدار اور اسلامی تعلیمات واحکام کی حفاظت کے لئے خاموشی سے سرگرم عمل ہیں البتہ اپنی اس حیثیت میں، مدارس عالم کفر اور لبرل حلقوں کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔ اس لئے آئے دن ان کے خلاف بے بنیاد الزامات لگائے جاتے ہیں لیکن یہ معرکہ آج کا نہیں ہے اور اہل مدارس نے دینی استعمار کے دور سے دینی اقدار اور آسمانی احکام وتعلیمات کے تحفظ کا جو بیڑا اٹھایا ہے، نامساعد حالات اور بے سروسامانی کے باوجود، یہ سخت جان، محنت کش، تعلیم قرآن وسنت کے بلند نصب العین کی خاطر، اس راہ میں پیش آنے والے خارزار کی پرواہ نہیں کرتے کہ یہ دین کے تحفظ اور ایمانیات کا معاملہ ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے چار وعدے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خانؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔"

(آل عمران:۵۵)

ترجمہ: "جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں، قیامت کے دن تک۔ پھر میری طرف ہے تم سب لوگوں کو پھر آنا، پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات سے تم جھگڑتے تھے۔"

ربط... یہودیوں کی تدبیر کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے جو تدبیر فرمائی اس کا بیان ہو رہا ہے۔

تفسیر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے چار وعدے:

یہودیوں کا پروگرام... آپ علیہ السلام کو گرفتار کر کے قتل وصلیب کی سزا سے دو چار کرنا تھا، تاکہ ذلت ورسوائی کے ان مظاہر کے بعد کوئی شخص آپ کا نام عقیدت سے لینا گوارہ نہ کرے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور چار انعامات سے نوازنے کا وعدہ کیا۔

۱:... اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ... میں تمہیں پورا پورا اپنی حفاظت میں لے لوں گا، انہیں گرفتاری کا موقع ہی نہ ملے گا۔

۲:... وَرَافِعُکَ... حفاظت کی صورت یہ ہوگی کہ تمہیں زندہ اپنی طرف (آسمانوں میں) اٹھا لوں گا، قتل وصلیب کے سارے خواب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

۳:... وَمُطَھِّرُکَ... ان کی تہمتوں اور افترا پردازیوں سے پاک کر کے تمہیں عزت بخشوں گا۔

۴:... وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ تیرے نام لیواؤں کو قیامت تک تیرے دشمنوں پر غالب رکھوں گا، یعنی مادی، ملکی، سیاسی، حربی اعتبار سے وہ ہمیشہ غالب رہیں گے، دلائل اور معنوی حیثیت سے تو وہ غالب ہی ہیں۔ (معالم التنزیل، ال عمران، تحت آیہ رقم:۵۵)

اللہ تعالیٰ نے یہ چاروں وعدے پورے فرمائے، زندہ آسمانوں پر اٹھا کر قتل وصلیب سے حفاظت فرمائی، آپ کی عزت و ناموس پر یہودیوں نے جو تہمت باندھی اور الزامات تراشے ان سب کی قلعی قرآن وسنت میں اتار دی گئی، نیز آپ کے نام لیوا، چاہے مسیحی ہوں یا مسلمان، آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے یہود پر ہمیشہ غالب رہتے ہیں، یہ غلبہ صرف روحانی، دینی نہیں، بلکہ مادی بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تو مسیحی ہر لحاظ سے یہود پر غالب رہتے تھے اور بعثت محمدی صلی اللہ علی صاحبہا وسلم کے بعد مسلمان ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی نام لیوا ہیں، جو قیامت تک یہود اور نصاریٰ پر غالب رہیں گے۔ (معالم التنزیل، ال عمران، تحت آیہ رقم: ۵۵) یہ غلبہ مشروط بالاتباع ہے، اگر اتباع کامل نہ ہوگی تو غلبہ کا وعدہ بھی نہ رہے گا، موجودہ حالات میں نصاریٰ کا غلبہ اور مسلمانوں کی مغلوبیت کی وجہ یہی ہے کہ اہل اسلام میں مجموعی طور پر اتباع رسول مفقود ہے، لہٰذا موجودہ پستی کی وجہ سے آیت پر کوئی اشکال نہیں آتا:

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ.

روز جزا حق وباطل کا فیصلہ ہوگا:

یہود مسیح علیہ السلام کو ولد الحرام کہتے ہیں، آپ کی والدہ پر تہمت باندھتے ہیں، آپ کو مقتول صلیب قرار دیتے ہیں، اس کے برعکس نصاریٰ آپ کو ابن اللہ کہتے ہیں، جو انسانی شکل میں انسانوں کے گناہ کے کفارے کے لئے دنیا میں تشریف لائے اور صلیب پر جان دے کر

انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا، قرآن کریم نے افراط وتفریط کے وہ تمام دبیز پردے گرادیے جو یہود ونصاریٰ نے آپ کی شخصیت اور تعلیمات پر ڈال رکھے تھے اور واضح کیا کہ آپ مسیح علیہ السلام اپنی عفیفہ اور کنواری والدہ سے محض نفخہ جبرائیل علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور نبی بنا کر بنی اسرائیل میں مبعوث فرمائے گئے، دشمنوں کے محاصرے کے درمیان زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے، وہ نہ اللہ تھے، نہ ابن اللہ، اس وحی الٰہی کے بعد بھی یہود ونصاریٰ اپنی افراط وتفریط پر قائم ہیں تو اس کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کے متعلق مسیحی موقف:

یہودیوں کے عقیدے کے مطابق آپ مقتول صلیب ہیں، ان کے مطابق صلیب پر دی جانے والی موت ایک صلیبی موت ہے، جو سچے انسان کو نہیں مل سکتی، اس لئے یہودی.... اس سزا کا حوالہ دے کر آپ علیہ السلام کے جھوٹے ہونے پر استدلال کرتے ہیں، مسیحی حضرات نے بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو یہ عقیدہ اپنا لیا کہ آپ کی موت صلیب پر واقع ہوئی ہے، البتہ اسے لعنتی موت کے بجائے کفارہ کا نام دے دیا۔ اور مزید تفصیل یہ بھی کر دی کہ کفن ودفن کے تین دن بعد آپ زندہ ہو کر آسمانوں میں تشریف لے گئے، چناں چہ انجیل متی میں ہے۔

''اس نے جواب دے کر ان سے کہا
اس زمانے کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں، مگر یونا نبی اسرائیل کے سوا کوئی نشان ان کو نہ دیا جائے گا، کیوں کہ جیسے
یونا تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا
ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔''

حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کے متعلق اسلام کا موقف:

جب یہودیوں کی سازش سے آپ کو صلیب پر موت دینے کی سزا تجویز ہوئی اور اس پر عمل درآمد کے لئے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا گیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحفاظت جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمانوں میں اٹھا لیا اور ابھی تک آپ اسی حیات دنیویہ کے ساتھ آسمانوں میں تشریف فرما ہیں، ظہور دجال کے بعد آپ علیہ السلام دمشق میں نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، کفر کا خاتمہ فرمائیں گے، قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے، نظام اسلام کا بول بالا فرمائیں گے، نکاح بھی کریں گے، اولاد بھی ہوگی، بالآخر وفات پاکر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔ (مکمل تفصیلات ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی کے متعلق قادیانی موقف:

رفع ونزول کے متعلق قادیانی موقف یہ ہیں:

ا:.... حضرت مسیح دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے، جو دشمنوں کی شرارت سے صلیب پر ضرور چڑھائے گئے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لعنتی موت سے بچا لیا، اس کے بعد وہ خفیہ خفیہ اپنے ملک سے ہجرت کر گئے۔

۲:.... اپنے ملک سے نکل کر مسیح آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے کشمیر پہنچے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور وہیں ان کی قبر موجود ہے۔

۳:.... کوئی فرد بشر اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جاسکتا، اس لئے مسیح کے زندہ آسمان پر چلے جانے کا خیال بھی باطل ہے۔

۴:....بے شک مسیح کی آمد ثانی کا وعدہ تھا، مگر اس سے مراد ایک مثیل مسیح کا آنا تھا نہ کہ خود مسیح کا، پھر مرزا غلام احمد قادیانی خود قسم کھا کر کہتا ہے، ''میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے، جو صحیح بخاری، مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔ (حقیقی اسلام ص:29،30، مرزا بشیر احمد قادیانی، بحوالہ آئینہ قادیانیت ص:141،172)

وفاتِ مسیح علیہ السلام پر قادیانیوں کا استدلال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات، وفاتِ مسیح علیہ السلام پر قادیانی استدلال

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں (وقال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیہ قادیانی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں، (اس وقت کو یاد کرو، جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! میں تجھے (طبعی طور پر) وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور عزت بخشوں گا) (تفسیر صغیر، ص: 87، ال عمران، تحت آیہ رقم: 55) یعنی ان کے ہاں توفی سے طبعی وفات اور رفع سے رفع درجات مراد ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی اس آیت کی تشریح میں لکھتا ہے کہ ''اب تک ان کی وفات کو قبول نہ کرنا یہ طریقہ بحث نہیں، بلکہ بے حیائی کی ایک قسم ہے۔'' (ایام الصلح، ص: 384، مرزا غلام احمد قادیانی)

قادیانیوں کا یہ استدلال نہ صرف جہل مرکب پر مبنی ہے، بلکہ حدیث و آثار سے قطع نظر عقل اور لغت کے کسی میزان پر بھی پورا نہیں اترتا۔

عقلاً تو اس لئے کہ یہ موقع تسلی تھا، یہودی آپ کا گھیراؤ کر چکے تھے اور صلیب پر چڑھانے کی تمام تیاریاں مکمل تھیں، اس ابتلا اور آزمائش کے موقع پر خدا اپنے بندوں کی مدد و نصرت فرماتا ہے، اسی نصرت و بشارت اور تسلیم قلب کے لئے فرمایا گیا: یعیسی انی متوفیک ورافعک (اے عیسیٰ! میں تمہیں پورا پورا لے لوں گا، (جس کی صورت یہ ہوگی) اور تجھ کو اٹھا لوں گا) اگر قادیانی دعوے کے مطابق متوفی کا معنی موت لیا جائے تو نصرت و بشارت کا مفہوم بے فائدہ بن جاتا ہے، یہودی بھی آپ کو موت دینا چاہتے تھے، اللہ نے بھی موت دینے کا وعدہ کیا، فرق صرف اتنا ہے یہ موت غیر طبعی ہونے کے بجائے طبعی ہوئی، نیز رفع سے رفع درجات مراد لینے کی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے مراتب تھے، جن کا نوازنا موت پر موقوف تھا؟

لغتاً یہ دعویٰ اس لئے قابل رد ہے کہ توفی کے حروف اصلی تین ہیں، و، ف، ی، جس کا معنی پورا پورا کرنا، چناں چہ کہا جاتا ہے، ''وفی بعھدہ'' اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا لیکن جب یہ حروف باب تفعل میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کے معنی پورا پورا لینا ہوتے ہیں، یہ مفہوم ایک جنس کی حیثیت رکھتا ہے اور نیند، موت، رفع الجسد مع الروح، اس جنس کی انواع ہیں، جنس بول کر کسی خاص نوع کو مراد لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوگی، مثلاً وھو الذی یتوفکم بالیل (سورۃ الانعام: ۶۰) (اور وہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں) یہاں لیل اس بات کا قرینہ ہے کہ توفی نیند کے معنی میں ہے، اسی طرح: قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (سورۃ الم سجدۃ: ۱۱) (تو کہہ قبض کر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے) یہاں ملک الموت کا لفظ قرینہ ہے اس بات کا کہ یہاں توفی سے موت مراد ہے، اسی طرح یعیسی انی متوفیک ورافعک الیہ (اے عیسیٰ! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف) میں رفع قرینہ ہے اس بات کا کہ یہاں توفی سے رفع الجسد مع الروح مراد ہے۔ (مستفاد از تقریر علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، التفسیر الکبیر للرازی، ال عمران، تحت آیہ رقم: 55)

''رافعک'' میں رفع سے کیا مراد ہے؟

قادیانی اس آیت کریمہ میں رفع کا ترجمہ رفع مراتب اور درجات عالیہ سے کرتے ہیں، انی متوفیک ورافعک کا ترجمہ کرتے ہوئے قادیانی لکھتا ہے (میں تجھے (طبعی طور) پر وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور عزت بخشوں گا)۔ (تفسیر صغیر، مرزا بشیر احمد قادیانی، ال عمران: 55)

یہاں رفع سے ''مراتب کی بلندی'' مراد لینا تین وجہ سے غلط ہے۔

۱:... جب رفع کا تعلق جسم سے ہو تو اس کا حقیقی معنی انتقال اور حرکت ہوتا ہے اور جب اس کا تعلق معانی سے ہو موقع کی مناسبت سے معنی اخذ کیا جاتا ہے، (المصباح المنیر: 139) یہاں توفی اور رفع دونوں کا تعلق جسم سے ہے، اس لئے رفع کا حقیقی معنی ''انتقال و حرکت'' ہی مراد ہے، رفع مراتب مراد لینا غلط ہوگا۔

۲:... دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جہاں بھی رفع کا لفظ استعمال ہوا ہے، الی کے صلے کے ساتھ ہوا

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز

گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز

دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی

فون: 32545573

ہے، مثلاً ورافعک الی (آل عمران:55) (اور اٹھالوں گا اپنی طرف) بل رفعه الله الیه (سورۃ النساء:185) (بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف) اگر یہاں رفع سے رفع مراتب مراد لئے جائیں تو الی اور الیہ کے الفاظ بے ضرورت ہوکر رہ جاتے ہیں جو قرآنی بلاغت اور اسلوب کے منافی ہیں۔

۳:... تیسری وجہ یہ ہے کہ رفع سے رفع درجات مراد ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون سے مراتب عالیہ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کو حیات دنیاوی میں نہ ملے، جن کا ملنا آپ کی وفات پر موقوف تھا،؟! کیا کوئی قادیانی مفسر اس کی نشان دہی کرے گا؟

رفع مسیح علیہ السلام پر قادیانیوں کا عقلی اشکال:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

’’کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سراسر محال ہے، اس لئے کہ ایک جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ سے کس طرح صحیح وسالم گزر سکتا ہے۔‘‘ (ازالۃ الاوہام ص:47، ج:1)

۱:... اعتراض وہی شخص کرسکتا ہے جسے قدرت باری تعالیٰ پر یقین نہ ہو۔

۲:... نیز طبقہ ناریہ اور کرہ زمہریریہ یہ قدیم یونانی فلاسفہ کے خرافاتی نظریات ہیں، جنہیں موجودہ سائنس بھی رد کرچکی ہے۔

۳:... جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر میں ساتوں آسمانوں سے گزر کر عرش الٰہی تک محض قدرت خداوندی سے پہنچے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی محض قدرت خداوندی سے ہوا، جس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

اس آیت کی تفسیر کے متعلق اہم وضاحت:

بعض مفسرین نے یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی میں توفی کی تفسیر موت سے کی ہے، ان کے بقول یہاں الفاظ میں تقدیم وتاخیر پائی جاتی ہے،، یعنی متوفیک جو موت دینے کے معنی میں ہے، لفظ کے اعتبار سے تو رافعک (رفع جسمانی) پر مقدم ہے، لیکن نفس الامر (وقوع موت) کے اعتبار سے رافعک (رفع جسمانی) سے متاخر ہے، اس صورت میں معنوی ترجمہ یوں ہوگا، اے عیسیٰ! فی الحال تو میں تجھے اوپر اٹھالوں گا، (تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہے) اور (نزول کے بعد پھر) میں تجھے موت دوں گا، (دشمن تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) تقدیم وتاخیر کا یہ اسلوب قرآن کریم میں بکثرت پایا جاتا ہے، مثلاً حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا گیا: یمریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران:43) (اے مریم! بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے) اس آیت میں سجدے کا حکم رکوع کے حکم سے پہلے ہے، حالاں کہ نفس الامر میں رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ بعد میں، اسی آیت میں واؤ مطلقاً جمع کے لئے ہے، نہ کہ ترتیب کے لئے۔ یہ تفسیر حضرت ضحاک، قتادہ، فراء وغیرہ سے منقول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ال عمران تحت آیہ رقم:۵۵)

جن مفسرین نے متوفی کا ترجمہ ممیتک (موت) سے کیا ہے وہ صرف الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قیادت کا ہے اور وہ رفع جسمانی بقید الحیات کے بھی قائل ہیں، لیکن قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اکابرین امت کے قول پیش کردیتے ہیں، کہ دیکھیں انہوں نے توفی کا معنی موت کیا ہے، لیکن سیاق وسباق کی عبارتوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

(حیات عیسیٰ علیہ السلام پر اکابر امت نے کتب ورسائل لکھے ہیں، مثلاً: حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف بزبان عربی عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام، حضرت کشمیری کے حکم سے مولانا مفتی شفیع صاحبؒ کی جمع کردہ سو احادیث کا مجموعہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، حیات عیسیٰ علیہ السلام، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حیات مسیح علیہ السلام، مولانا ادریس کاندھلویؒ، القول الاتم فی حیات عیسیٰ بن مریم مولانا حسین نیلویؒ)۔

☆☆..................☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت

ESTD 1880

ABS

ABDULLAH BROTHERS SONARA

عبداللہ برادرز سونارا

Formerly: H. Elyas Sonara

Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور مرزائی عقیدہ!

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تحریری بیان

قسط:۱۰

مرزائی تاویلات:

قرآنی آیات، رسولی احادیث، صحابہ کے بیانات اور سینکڑوں علامات ونشانات سے قطع نظر کر کے اگر ایک شخص عیسیٰ ابن مریم بننے کی کوشش یوں کرے کہ عرصہ تک میں مریم بنا رہا۔ مجھے حیض آتا رہا۔ آخر میں مجھے حمل ہوا۔ نو ماہ کے بعد دردزہ ہو کر مجھے بچہ پیدا ہو گیا۔ وہ بچہ عیسیٰ تھا۔ جو میں خود ہی تھا۔

اس طرح عیسیٰ ابن مریم یعنی میں ولد میں ہی بنا۔ جیسا کہ کشتی نوح میں درج ہے یا ایک شخص یوں گوہر افشانی کرے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ مسیح سے مراد غلام احمد ہے۔ مریم سے مراد چراغ بی بی ہے۔ دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے۔ جس کے روحانی قتل کے لئے میں مبعوث ہوا ہوں۔ (اور باوجود اس کے اس حکومت کو خدا کی رحمت بتائے۔ اس کی اطاعت فرض قرار دے۔ جس کی پیشانی سے پادریوں کا یہ گروہ وہ سب کچھ کر رہا ہے) یا ایسی ہی تاویلات کرتے ہوئے کہے کہ زرد چادروں سے مراد میری دو بیماریاں ہیں۔ ایک ذیابیطس کہ روزانہ سو سو بار پیشاب کرتا ہوں اور دوسری دردسر، جو ہر وقت چکراتا ہے۔

پھر یہ مدعی عیسویت ساری دنیا میں اسلام پھیلانے کی بجائے پرانے مسلمانوں کو بھی کافر قرار دے دے۔ خود حج تک کرنے کی توفیق نہ ہو۔ مٹھی بھر مریدوں کی جماعت میں بھی شرعی حدود وقصاص جاری کرنے کی طاقت نہ ہو۔ جن پادریوں کے روحانی قتل کرنے کا دعویٰ ہو وہ امریکن اثر ونفوذ کے ساتھ ساتھ امریکن مشنریوں کے الگ زیادہ سے زیادہ ملکوں میں پھیلتے جائیں۔ خود ان کی عمر ایک نصرانی حکومت کو دعائیں دیتے ہوئے گزر جائے جس کی خاطر بقول خود ممانعت جہاد کے فتوے لکھ لکھ کر تمام اسلامی ممالک میں شائع کرے۔ (کتاب البریہ)

جناب والا! کیا مندرجہ تصریحات کے بعد اس قسم کی رکیک تاویلات اس قابل ہو سکتی ہیں کہ ان پر کان دھرا جائے۔

امت محمدی کا فیصلہ:

قرآن کی آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔ الوہیت مسیح اور تثلیث کی تردید میں قرآنی دلائل کا چرچا ہے۔ نصرانیوں پر اسلامی دلائل کا رعب چھایا ہوا ہے۔ دوسری طرف حضرت مریم صدیقہ کی پاک دامنی، عفت اور صفائی نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عالی شان جبرائیل سے پیدائش، اس کی نبوت یہود کے مقابلہ میں اس کی خدائی حفاظت اور رفع الی اللہ کے تذکرے ہیں۔ ایسے وقت آنحضرت ﷺ کا یہود کو فرمانا کہ مسیح زندہ ہے اور اس کو دوبارہ آنا ہے اور مسلمانوں کو قسم کھا کر آپ کا فرمانا کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم قیامت سے پہلے ضرور نازل ہوں گے۔ ان کو پہچان رکھو۔ اس وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ صحابی آپ کا یہ ارشاد قرآن کی تفسیر قرار دے رہے ہیں۔ ان حالات میں کسی کو یہ خیال گزرنا بھی مشکل ہے کہ کسی اور مسیح کے آنے کا ذکر ہے۔ شرعی تذکروں میں مسیح ابن مریم سے وہی مریم صدیقہ کا بیٹا، اسرائیلی مسیح عیسیٰ مراد لیا جاتا تھا۔

تمام تفاسیر:

جلالین شریف، بیضاوی شریف، تفسیر ابن کثیر، ابن جریر، فتح البیان، تفسیر خازن، تفسیر ابی سعود، تفسیر کبیر، تفسیر معالم التنزیل، روح البیان، تفسیر کشاف، تفسیر مدارک، تفسیر روح المعانی وغیرہ سینکڑوں مفسرین، تمام محدثین، تمام فقہاء امت اور تمام مجددین نے یہی کہا اور یہی لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔ اس پر تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجرؒ نے اجماع نقل کیا ہے اور یہ کہ وہ آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر شریعت محمدی کے تحت پینتالیس سال عمر گزارتے ہوئے اسلام کی خدمت کریں گے اور ان کا نزول قیامت کی علامات کبریٰ میں سے قرار دیا گیا ہے۔

مرزائیوں نے (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) حضرت ابن عباسؓ کے ایک لفظ متوفیک سے جو

متوفیک کے ترجمہ کے سلسلہ میں امام بخاری نے کمزور سمجھ کر بغیر سند کے نقل کیا ہے۔ لفظی بحثوں میں الجھانے کا ایک طوفان کھڑا کیا ہے۔ حالانکہ تفسیر ابوسعود، درمنثور، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر ابن جریر جلد ۵ اور طبقات ابن سعد جلد ا میں حضرت ابن عباسؓ سے متعدد روایتیں منقول ہیں جن میں وہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں وہ نازل ہوکر حاکم عادل ہوں گے اور تفسیر ابوالسعود میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے صحیح روایت یہی ہے۔

جن حضرات کو مرزائیوں نے تیرہ صدیوں کے مجددین میں شمار کیا ہے اور جن کی فہرست مرزائیوں کی مشہور کتاب عسل مصفّٰی میں دی گئی ہے ان سب کا اسی عقیدہ پر اتفاق ہے۔ یہاں صرف ایک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف والوں کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے جو گیارھویں صدی ہجری میں گزرے اور جن کو امت نے دوسرے ہزار سال کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ آپ اپنے مکتوب نمبر ۱۷ دفتر سوم حصہ ہشتم میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود، متابعت شریعت خاتم النبیین خواہد نمود ان کی متابعت بارھویں صدی میں شاہ عبدالقادر دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہم اللہ کے قرآنی متراجم بامحاورہ اور تحت اللفظ میں موجود ہیں۔ یہ سب کے سب اسی مطلب پر متفق ہیں۔ ان کو بھی مرزائیوں نے مجدد تسلیم کیا ہے۔

حتیٰ کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کو جب تک خود مسیح ابن مریم بننے کا خیال نہ آیا تھا وہ بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا اور اس نے نہایت صفائی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور عالمگیر غلبہ اسلام کا اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ذکر کیا ہے اور ازالہ اوہام میں اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ عقیدہ نزول مسیح خیر القرون میں متواتر و مشہور تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ متواتر قطعی اور زبان زد خاص و عام عقیدہ انہی عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے اور جو پہلے ہو گزرے ہیں۔ جیسا کہ تمام امت محمدیہ تیرہ سو برس تک سمجھ رہی تھی اور سمجھ رہی ہے۔ مرزا غلام احمد ''آئینہ کمالات اسلام'' میں ذرا ''جھینپ'' کر بجائے۔ اردو کے عربی میں لکھتے ہیں۔ نزول مسیح کا عقیدہ اصل مفہوم کے لحاظ سے تو حق تھا لیکن اس کا اصلی مفہوم اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ تک چھپائے رکھا اور یہ سر مکتوم کی طرح رہا۔ جیسے تخم خوشہ میں چھپا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ظہور (یعنی میرا) کا وقت آگیا۔ کیا اچھی سوجھی، ایسے قطعی متواتر اور مشہور عقائد کے بارہ میں اگر خدا ایسا کرنے لگے حتیٰ کہ تمام ائمہ دین، مفسرین، محدثین اور مجددین دھوکہ میں پڑ جائیں اور ان کے لکھنے کی وجہ سے ساری امت یہی عقیدہ رکھے۔ پھر اچانک مسیح کے نام سے کوئی دوسرے صاحب آ نمودار ہوں اور امت اپنے بزرگان دین کے متفقہ عقیدہ کے موافق اس کا انکار کر کے کافر ہو جائے۔ یہ اچھا دین رہا اور ارحم الراحمین خدا کا اپنے رسول رحمۃ للعالمین کی امت کے ساتھ اچھا سلوک ہوا۔

(جاری ہے)

منقبت صحابہ رضی اللہ عنہم

جنہوں نے مال و زر بھی، آبرو بھی، جان بھی دے دی
کوئی جانے گا کیا اُن کا مقام کیفِ احسانی

ہمیشہ ہر صحابیؓ راہِ سنت کا تھا شیدائی
وہ دیوانے تھے لیکن خاک پا کی ان کی فرزانی

یہ کیسا معجزہ تھا دوستو! شانِ رسالت کا
شتر بانوں کو بخشے جس نے آدابِ جہاں بانی

خدا ان سے ہے راضی اور وہ رب سے ہوئے راضی
شہادت اس حقیقت پر ہیں خود آیاتِ قرآنی

مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

قسط:۱۷

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

اب ایک اور ڈھکوسلا ملاحظہ فرمائیں:

مرزا نے اپنی عمر کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ اس کی عمر ۸۰ سال ہوگی، اس سے دو چار سال کم یا زیادہ ہو سکتی ہے، مرزا نے یہ بھی لکھا کہ یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس نے اپنے بارے میں یہ بھی لکھا کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء سکھوں کے دور میں ہوئی۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مر گیا، اس طرح مرزا کی زیادہ سے زیادہ عمر ۶۸ سال بن سکی، اب جب ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ ۸۰ سال والی پیش گوئی تو پھر حرفِ غلط کی طرح غلط ثابت ہوئی تو اس بات کے جواب میں یہ لوگ ڈھکوسلوں پر ڈھکوسلے اختیار کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ: مرزا ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوا، کبھی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں تاریخ پیدائش لکھنے کا رواج نہیں تھا وغیرہ۔

آپ نے دیکھا جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، سن ہجری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینے ہجرت سے شروع ہوا اور سن عیسوی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اس وقت عمر لکھنے کا رواج نہیں تھا، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا کی ہر کتاب پر تاریخ اشاعت درج ہے، اس کی کتب میں بعض کتب کے حوالے موجود ہیں، ان کتب پر بھی اشاعت کے دن موجود ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال کے جتنے مشہور اور معروف لوگ گزرے ہیں، ان سب کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ان کی کتابوں پر یا ان کی زندگی کے حالات پر لکھی جانے والی کتب میں لکھی نظر آتی ہے، یہ ہے ان کے ڈھکوسلوں کا حال۔

چلتے چلتے ایک مزے کا ڈھکوسلا اور ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے:

”میں نے کسی استاد سے قرآن کریم اور حدیث کا ایک لفظ تک نہیں پڑھا، جو کچھ بھی علم مجھے سکھایا، اللہ تعالیٰ نے سکھایا۔“

لیکن دوسری کتب دافع البلاء وغیرہ میں لکھا:

”میں جب چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی استاد میرے لئے نوکر رکھا گیا جس نے مجھے قرآن شریف اور چند فارسی کتب پڑھائیں۔ اس استاد کا نام فضل الٰہی تھا، ایک اور مولوی سے پڑھنے کا اتفاق ہوا، اس کا نام گل علی شاہ تھا۔“

مرزا کی کتابوں میں ایک تیسرے استاد کا ذکر بھی ملتا ہے، گویا مرزا نے کم از کم تین استادوں سے قرآن اور حدیث کا سبق پڑھا۔ جب ہم مرزائیوں کو یہ دونوں طرح کی تحریر دکھاتے ہیں تو یہ لوگ آئیں بائیں اور شائیں کرتے نظر آتے ہیں، دوسرے انبیاء کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ اصل بات کی طرف نہیں آئیں گے اصل بات مرزا کا دعویٰ ہے کہ میں نے کسی استاد سے ایک لفظ نہیں پڑھا، مجھے جو کچھ بھی علم سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے سکھایا اور وہ خود ہی اپنے استادوں کا بھی ذکر کرتا ہے مرزائی جب اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے پاتے تو دوسرے انبیاء کی مثالیں دینے لگتے ہیں۔ یہ کہانی تھی ان کے ڈھکوسلوں کی۔

بلند بانگ:

ایک دن مرزا نے لوگوں کو بتایا:

”مجھے الہام ہوا ہے میرے نام کا کوئی دوسرا شخص پوری دنیا میں نہیں ہے۔“ یعنی پوری دنیا میں غلام احمد کسی اور کا نام نہیں ہے۔

یہ بھی اس کا جھوٹ تھا، اس وقت ضلع گورداسپور میں قادیان نام کے تین گاؤں تھے، ان میں سے ایک گاؤں میں غلام احمد نامی آدمی رہتا تھا، اس طرح مرزا کے تمام الہامات اور تمام پیش گوئیاں سفید جھوٹ ثابت ہوئیں، اب لوگ مرزا کی ان پیش گوئیوں کو کھینچ تان کر ان کی مختلف وضاحتیں کرتے ہیں، عجیب عجیب ڈھکوسلے اختیار کرتے ہیں لیکن بات پھر بھی نہیں بنتی، کیوں نہ ہم ان ڈھکوسلوں ہی کا ذکر کریں، ملاحظہ کریں:

مرزا نے پیش گوئی کی اللہ تعالیٰ نے مجھے کشف کے ذریعے بتایا ہے کہ تمہارے نکاح میں دو عورتیں آئیں گی، ایک کنواری ہوگی، دوسری بیوہ، کنواری سے نکاح ہو چکا، بیوہ سے نکاح کا انتظار ہے۔ اس پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے

اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، محمدی بیگم کو طلاق دلوا کر یا اس کے خاوند کو قتل کر کے اس سے شادی کرنے کی سرتوڑ کوشش کی، اس کوشش میں واقعی اس کا سرٹوٹ گیا، یعنی یہ شادی نہ ہوسکی۔ آخر اس نے اعلان کیا: اگر محمدی بیگم کو طلاق نہ ہو تو اس کا شوہر اڑھائی سال کے اندر مرجائے گا۔ وہ نہ مرا، اب مرزا نے یہ ڈھکوسلا اختیار کیا کہ پیش گوئی اس کے باپ کے مرنے کی تھی۔ اس طرح مرزا کی کسی بیوہ سے شادی مرتے دم تک نہ ہوسکی۔ اب جب ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ میاں مرزا کی اس پیش گوئی کا کیا بنا کہ میرے نکاح میں دو عورتیں آئیں گی، ایک کنواری دوسری بیوہ، بیوہ سے تو مرزا کا نکاح ہوا ہی نہیں، یہ پیش گوئی تو پوری نہیں ہوئی تو اس کا جواب ان کے مبلغ پٹ سے دے دیتے ہیں کہ مرزا کے مرنے کے بعد ان کی بیوی بیوہ ہوگئی، اس طرح یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ آپ نے جواب ملاحظہ فرمایا، ہمیں حیرت مرزائیوں پر ہے کہ وہ اس جواب کو درست مانتے ہیں۔

مرزا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا منکر تھا، اسی انکار پر اس نے اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کی ہے، آگے لکھتا ہے دل تھام کر پڑھیں:

”میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درجے پر ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا: ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات، ج:۳، ص:۲۷۸)

اس کے بعد کے الفاظ نقل کرنا بہت مشکل کام ہے، آپ کو بتانے کے لئے نقل کئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ الفاظ ماہنامہ ”المہدی“ میں شائع کیے گئے:

”ابوبکر و عمر کیا تھے، وہ تو غلام احمد قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں تھے۔“ (نعوذ باللہ من ذلک)

(اس رسالے کے اس صفحے کی فوٹو کاپی موجود ہے، جو چاہے منگا کر دیکھ لے)۔

اپنی کتاب نزول المسیح میں اس نے لکھا:

”میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے، سو (۱۰۰) حسین ہر وقت میری جیب میں ہیں۔“ (پہلے قیص میں رسول چھپائے، پھر لکھا سینکڑوں حسین میرے گریبان میں ہیں، یہاں لکھا سو حسین جیب میں ہیں)۔

حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو ایسے شخص کو نبی مان بیٹھے جو انبیاء کے بارے میں کہتا ہے کہ میری قیص میں ہیں، صحابہ کرام کے بارے میں لکھا: میرے گریبان میں ہیں، پھر لکھا جیب میں ہیں، مرزائی خود بتائیں مرزا آخر کیا تھا؟

مرزا بشیر الدین محمود نے سو حسین میری جیب میں ہیں کا یہ مطلب لیا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرزا نے فرمایا ہے: میں سو حسین کے برابر ہوں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے، کون کہتا ہے، مرزا صاحب کی قربانی سو حسین کے برابر نہیں تھی۔

آپ نے دیکھا اندازہ لگایا یہ لوگ کیا تھے؟ اب کوئی ان سے پوچھے: مرزا نے کون سی قربانی دی؟ کون سے میدانِ جہاد میں اس نے سر کٹوایا، وہ تو بیت الخلا میں بیٹھے سے مرا تھا۔

اپنی کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے صفحہ گیارہ پر مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے وقت اسے ذرا جھجک محسوس نہ ہوئی؟ ذرا حیا نہ آئی؟

”حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (معاذ اللہ) کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس سے ہوں۔“

اور پڑھئے! اپنی کتاب ”اعجاز احمد“ صفحہ ۸۲ پر اس نے اپنے ذہن میں بھری گندگی کس طرح باہر نکالی: ”اے عیسائیو! اب یہ مت کہو، عیسیٰ ہمارا رب ہے، دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہاری منجی (نجات دہندہ) ہے، کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“ (جاری ہے)

مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے لئے عدالتی نظام!

دنیا کے مختلف ممالک میں کونسلنگ یعنی ثالثی کے ذریعے بہت سے مقدمات نمٹانے کا نظام موجود ہے۔ بھارت میں پنچائیت کا نظام مستحکم بتایا جاتا ہے۔ امریکا میں بھی دستوری طور پر یہ سہولت موجود ہے حتی کہ وہاں یہودیوں اور مسلمانوں کو یہ سہولت بھی حاصل ہے کہ وہ نکاح وطلاق وغیرہ یعنی خاندانی قوانین اور حرام وحلال سے متعلق مالیاتی قوانین کے مقدمات میں فیصلے اپنے مذہبی احکام کے مطابق اپنے قاضیوں سے کرا سکتے ہیں، چنانچہ شکاگو اور دیگر شہروں میں ”شریعہ بورڈ“ کے نام سے مسلمان اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جنوبی افریقا کے شہر کیپ ٹاؤن میں راقم الحروف نے دیکھا کہ مسلمانوں کا اس قسم کا نظام ”مسلم جوڈیشل کونسل“ کے نام سے قائم ہے، اس کونسل کا طریق کار یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تنازعات نمٹانے کی درخواستیں کونسل کے پاس آتی ہیں جنہیں پہلے ثالثی اور کونسلنگ کے ذریعے نمٹانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کونسل کے نمائندے فریقین کو قریب لا کر ان کی صلح کرانے میں اکثر کامیاب ہو جاتے ہیں، جبکہ بعض کیس جو ثالثی کے ذریعے طے نہیں ہو پاتے ان کے لئے مسلم علماء کی عدالت لگتی ہے اور باقاعدہ عدالتی سماعت کے بعد فیصلہ سنایا جاتا ہے، جسے جنوبی افریقا کے ریاستی عدالتی نظام میں بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ (مولانا زاہد الراشدی روزنامہ پاکستان لاہور ۲۳ اپریل ۲۰۱۹ء)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

فیصل آباد کے دورہ پر

فیصل آباد (مولانا عبدالرشید غازی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ۱۲،۱۳ مئی کو دو روزہ تبلیغی اور تنظیمی دورہ پر فیصل آباد تشریف لائے۔ آپ کا قیام آپ کے شیخ دامت برکاتہم کی خانقاہ جامعہ و خانقاہ عبیدیہ میں رہا۔ جامعہ عبیدیہ میں آج کل دورۂ تفسیر کی کلاس چل رہی ہے۔ مرشد العلماء حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم اپنے پہلے شیخ، شیخ التفسیر، قدوۃ السالکین، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی نور اللہ مرقدہ کی طرز پر شعبان اور رمضان کی چھٹیوں میں دورۂ تفسیر پڑھاتے ہیں۔ امسال سو کے قریب علماء وطلبا شامل درس ہیں۔ آپ کے ایک خادم و مدرس اور خلیفہ حضرت مولانا محمد قاسم مفتی مدظلہ دورہ تفسیر پڑھانے میں حضرت والا کی معاونت فرماتے ہیں۔

۱۲ مئی کو عصر کی نماز کے بعد استاذ محترم نے ڈی ٹائپ کالونی کی جامع مسجد الٰہی میں بیان فرمایا۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک جماعتی ساتھی سیّد اسرار احمد شاہ کی دعوت افطار میں شرکت کی، جس میں بندہ کے علاوہ حضرت اقدس سیّد فاروق ناصر شاہ نقشبندیؒ کے پانچوں فرزندان گرامی اور استاذ محترم نے شرکت کی۔ ۱۳ مئی صبح کی نماز کے بعد ٹیکنیکل ہائی اسکول کے قریبی مسجد میں درس دیا، جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔ مجلس احرار اسلام کے معروف راہنما عبدالرحیم نیازیؒ کے فرزند گرامی سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد اشرف ہمدانیؒ، حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ اور جناب عبدالرحیم نیازیؒ کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

عصر کی نماز کے بعد افغان آباد کی مسجد قباء میں درس دیا۔ مجلس کا مستقل دفتر بننے سے پہلے جامع مسجد قباء کی انتظامیہ نے مہربانی فرمائی۔ اپنی مسجد کے حجرہ میں ایک عرصہ تک

قاری محمد افضل کلیمؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

قاری محمد افضل کلیم جھنگوی سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ کے رہنے والے تھے۔ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں راقم کو ان کی مشکوٰۃ شریف اور دورہ حدیث شریف والے دو سالوں میں محبت حاصل رہی۔ حفظ وگردان غالباً امام القراء حضرت اقدس قاری رحیم بخش پانی پتیؒ سے کی۔ جامعہ سے فراغت کے بعد جامعہ میں ہی حفظ وقراءت کے استاذ مقرر ہوگئے اور ایک عرصہ تک جامعہ باب العلوم میں مدرس رہے۔ تدریس پانی پتی اصول وضوابط کے مطابق کی۔ باب العلوم کے بعد جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں حضرت مولانا حافظ عبدالرحیمؒ کے مدرسہ میں ایک عرصہ تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تدریس وتعلیم کے میدان کے شہسوار تھے اپنے کام سے کام رکھتے، کسی غیر تعلیمی سرگرمی میں حصہ نہ لیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مداحین میں سے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں باب العلوم کہروڑپکا ایک متحرک کردار تھا، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، مولانا عبدالرؤف ربانی رحیم یارخان، مولانا عبداللطیف حال قصبہ بدھ ضلع مظفر گڑھ اور دیگر کئی طلبا سے مل کر تحریک میں بھرپور حصہ لیا، ہر روز رات کو کسی نہ کسی مسجد میں جلسہ ہوتا، جس میں دیگر طلبا کے ساتھ آپ بھی حصہ لیتے تعلیم کے زمانہ میں ہم نے کچھ تنظیمیں بنائیں، جو جمعرات کو بزم ادب کے جلسہ کرتیں، ہماری بزم کا نام جمعیت الانصار تھا، قاری محمد افضل کلیم اس کے ممبر تھے، قرآن پاک خوب یاد تھا اور پانی پتی طرز میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے، کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ سیّدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہ مدظلہ کی مجلس میں معلوم ہوا کہ موصوف ۱۳ مئی کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات سے اہل جھنگ ایک خادم قرآن کی حیات و خدمات سے محروم ہوگئے۔ اللہ پاک ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔

دفتر رہا اور مولانا قاضی عبدالخالق مبلغ رہے۔ اس دوران استاذ جی کی مسجد میں بکثرت آمد ہوتی تھی تو مسجد کے موذن حافظ رب نواز نے کہا کہ استاذ جی کا درس ہماری مسجد میں بھی ہوجائے، چنانچہ ۱۳رمئی عصر کی نماز کے بعد مسجد قباء میں بیان ہوا۔

جامع مسجد ابوبکر صدیق ستیانہ روڈ میں بیان: جامع مسجد ابوبکر صدیق کے خطیب استاذ جی کے پیر بھائی مولانا محمد طیب عباسی ہیں۔ان کی خواہش پر مغرب کی نماز کے بعد بیان اور اس سے قبل افطاری ان کی مسجد میں ہوئی ۔ مسجد ابوبکر صدیق کے بانی ہمارے حضرت مولانا سیّد فاروق ناصر شاہؒ کے برادر کبیر آج کل علیل ہیں۔اللہ پاک انہیں صحت و عافیت سے سرفراز فرمائیں۔حضرت سیّد فاروق ناصر شاہؒ کے جانشین مولانا سیّد خبیب احمد شاہ کے مطب پر استاذ جی تشریف لائے اور تھوڑی دیر حضرت شاہ صاحبؒ کی یادیں تازہ ہوتی رہیں۔

جامع مسجد سوئی گیس کالونی میں بیان: عشاء کی نماز ہم نے سوئی گیس کالونی کی جامع مسجد میں ادا کی۔جس کے خطیب ہمارے بہت ہی مہربان مولانا غلام محمد مدظلہ استاذ جامعہ عبیدیہ ہیں، پچھلے دنوں بیمار رہے اور ہسپتال میں داخل رہے۔ استاذ محترم نے ان کی عیادت کا فرمایا تو عیادت کے لئے ان کی مسجد میں حاضری ہوئی تو ان کے حکم پر استاذ جی نے پندرہ بیس منٹ بیان فرمایا۔

جامع مسجد اسلام پورہ (دھوبی گھاٹ) میں بیان: ۱۴رمئی صبح کی نماز اسلام پورہ دھوبی گھاٹ کی مسجد میں ادا کی، جہاں استاذ جی کا عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت پر بیان ہوا۔مسجد ہذا اہل حق کا مرکز رہی ہے۔مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ یہاں درس دیتے رہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا خدا بخشؒ کی اس وقت کے خطیب مولانا غلام مصطفیٰ شاہ مدظلہ کے ساتھ دوستی تھی۔مولانا مرحوم کے بھی سال میں کئی درس ہوتے۔ مولانا خدا بخش وفات پاگئے اور خطیب مولانا سیّد غلام مصطفیٰ شاہ علالت کی زندگی گزار رہے ہیں۔مسجد ہذا کا انتظام محکمۂ اوقاف کے کنٹرول میں ہے۔ مولانا قاری محمد رفیق شاہ یہاں امام رہے، وہ بھی ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔آج کل مولانا عبدالرشید امام وخطیب ہیں۔استاذ محترم درس کے بعد لاہور تشریف لے گئے۔

مولانا مفتی محمد احمد محمودیؒ احمد پور شرقیہ کا انتقال

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی واحد بخشؒ احمد پور شرقیہ کی معروف علمی شخصیت تھے۔ان کے دو صاحبزادے تھے، مولانا مفتی عبدالقدوسؒ، مولانا محمد احمد محمودیؒ، موخرالذکر جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فاضل تھے۔ ایک سال راقم کو ان کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملا۔جلالین شریف والا سال ہم اکٹھے پڑھتے تھے۔ جلالین شریف حضرت مولانا عتیق الرحمٰنؒ کے پاس تھی، مختصر المعانی حضرت مولانا محمد صدیقؒ کے پاس تھی۔حضرت مولانا شیخ منظور احمد دامت برکاتہم سے ہدایہ ثالثہ پڑھی اور حضرت مولانا شیخ نذیر احمدؒ فیصل آباد سے سلم العلوم پڑھیں۔جامعہ خیرالمدارس ملتان کے صدر مفتی مولانا مفتی محمد عبداللہ مدظلہ ہماری کلاس کے سرخیل تھے۔مولانا محمد احمد محمودیؒ جمعیت طلبا اسلام میں بھی متحرک رہے۔آپ کا نکاح شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیریؒ کی صاحبزادی سے ہوا۔علوم سے فراغت کے بعد احمد پور شرقیہ بہاولپور اپنے آبائی علاقہ میں ’’انقلاب پریس‘‘ کے نام سے پریس لگایا اور ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔سیاسی موقف حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ تھا اور اس میں خوب متشدد تھے۔کسی اور کا نام لینا اور سننا برداشت نہ کرتے۔ہمارے سابق امیر خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کے سرپرست اور موید تھے، یہ بھی انہیں گوارانہ تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے مشن کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیت طلبا اسلام کے پلیٹ فارم سے موثر کردار ادا کیا۔بہرحال اپنے موقف میں لچک نہ رکھتے تھے۔اسی وجہ سے پرانے رفقاء جیسے جناب حاجی شیر محمد قریشی مدظلہ ان کے سخت رویہ سے ان سے الگ ہوگئے جو مجلس اور جمعیت کے موقف پر جان چھڑکتے ہیں۔۲۵ر اپریل عصر کی نماز کے بعد انتقال ہوا، اگلے دن ۲۶ر اپریل کو آپ کے اسباق کے ساتھی جامعہ خیرالمدارس کے دارالافتاء کے صدر مولانا مفتی محمد عبداللہ نے محمود پارک میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بچیاں اور ایک بچہ مولوی محمد زکریا چھوڑا جس نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں سال رواں میں موقوف علیہ کے اسباق پڑھے اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔آمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی پروگرامز

جامع مسجد سکینۃ الصغریٰ کوٹلہ رحیم علی شاہ:

جامع مسجد سکینۃ الصغریٰ کی بنیاد ۳۱/ جنوری ۲۰۰۶ء کو ڈاکٹر سیّد اسماعیل احمد شاہ بخاری نے اپنی والدہ اور پھوپھی کی معیت میں رکھی اور مسجد کا نام اپنی والدہ اور پھوپھی کے نام پر ”جامع مسجد سکینۃ الصغریٰ“ رکھا۔ جامع مسجد کا نقشہ انجینئر اور مستری ترکی سے منگوائے۔ سیّد شکیل احمد بخاری کی نگرانی میں چند سالوں میں مسجد مکمل ہوئی۔ جناب ڈاکٹر اسماعیل احمد حسین بخاری ۱۹۷۵ء سے امریکا میں مقیم ہیں۔ موصوف نے اپنے حصہ کی پوری منقولہ جائیداد (زمین) مسجد کے نام وقف کردی اور ٹرسٹ بنادیا۔ مسجد سکینۃ الصغریٰ پاکستان کی خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک ہے۔ اس مسجد سے چند ایکڑ کے فاصلہ پر اپنے بزرگوں کی یادگار قدیم مسجد کی جگہ پر مسجد تشکیل اور مدرسہ بنا کر ایک صدقہ جاریہ کا آغاز فرمایا۔ نیز مسجد کے جنوب میں ”حدیقۃ الاولیاء“ کے نام سے قبرستان بھی بنایا۔ جہاں ڈاکٹر صاحب کے والد محترم مخدوم سیّد خلیل احمد شاہ اور دیگر بزرگ آرام فرما ہیں۔ نیز مولانا سیّد سلطان محمود شاہ بھی آرام فرما ہیں۔ جن کے دست حق پرست پر امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بچپن میں اسلام قبول کیا۔ نیز حدیقۃ الاولیاء میں سادات کوٹلہ کے کئی بزرگ مدفون ہیں۔ ڈاکٹر سیّد محمد اسماعیل احمد حسین شاہ بخاری نے مسجد سے شمال کی طرف خوبصورت مدرسہ بھی تعمیر کرایا، مسجد کے احاطہ میں جو لوگ قیام پذیر تھے۔ ان کے لئے خوبصورت کالونی چند میٹر کے فاصلہ پر بنوائی اور سابقہ رہائش گاہوں کو مسجد کے صحن کے لئے وقف کر دیا۔ مسجد کے مضافات میں خوبصورت گراسی پلاٹ بھی بنوائے۔ جہاں پودوں کو اس طرح لگایا گیا کہ ایک جگہ لفظ اللہ اور ایک جگہ لفظ محمد نظر آتا ہے۔ مدرسہ کا نام سلطان العلوم رکھا، جہاں ایک عرصہ تک مولانا خدا بخشؒ تدریس و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آج کل مولانا مفتی محمد صدیق مدظلہ کی نگرانی میں پندرہ اساتذہ کرام تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ میں تمام علوم کی دورۂ حدیث شریف تک تعلیم دی جاتی ہے۔ نیز شعبان، رمضان میں دورۂ تفسیر بھی ہوتا ہے۔ موصوف کے حکم سے راقم نے تین روزہ ۱۲ تا ۱۴/ رمضان المبارک مطابق ۱۸ تا ۲۱/ مئی تین روز ختم نبوت کے عنوان پر تیاری کرائی۔

گوجرانوالہ کا تین روزہ تبلیغی دورہ:

گوجرانوالہ تحریک ختم نبوت کا عظیم مرکز رہا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں استاذ العلماء، امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مفسر القرآن مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، چوہدری غلام نبی امرتسریؒ، مولانا عبدالواحدؒ، حکیم عبدالرحمن آزادؒ اور دیگر کئی ایک شخصیات گرفتار ہوئیں، اور قادیانیوں کا اقتصادی و عمرانی بائیکاٹ ایسا ہوا کہ قادیانیت بلبلا اٹھی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ، مولانا غلام محمدؒ، علامہ محمد احمد لدھیانویؒ سمیت کئی ایک شخصیات نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک کا تو مرکز ہی گوجرانوالہ تھا۔ مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ، مولانا عبدالرؤف جتوئی، مولانا ضیاء الدین آزاد، مولانا فقیراللہ اختر، مولانا محمد صادق صدیقی جلال پوری کبیر والا وقتاً فوقتاً مبلغ رہے۔ آج کل مولانا محمد عارف شامی مبلغ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

راقم کی حاضری تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ امسال رمضان المبارک کی ۱۵ تا ۱۷/ تاریخوں اور مئی کی ۲۰ تا ۲۲/ مئی کی تاریخوں کو حاضری ہوئی۔

۲۰/ مئی عصر کی نماز سیٹلائٹ ٹاؤن کی عظیم الشان جامع مسجد جو مولانا طلحہ قدوسی کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں مولانا مفتی محمد داؤد مدظلہ خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ مفتی صاحب مذکور مولانا قاضی حمیداللہ خانؒ کے تربیت یافتہ ہیں، میں بیان ہوا اور مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی۔

۲۱/ مئی کو صبح کی نماز واپڈا ٹاؤن کی مسجد قبا میں ادا کی امام و خطیب سے ملاقات تو نہ ہوسکی، لیکن مسجد کمیٹی کے صدر جناب محمد مدثر سے ملاقات ہوئی۔ مذکور بہت فکر والے انسان ہیں۔ چند ماہ پہلے ان کا ایک جوان سال اکلوتا بیٹا حافظ قرآن روڈ ایکسیڈنٹ میں شہید ہوا اس کی تعزیت کا اظہار کیا اور والدین اور پسماندگان کے لئے صبر

جمیل کی دعا کی۔ عصر کی نماز جامع مسجد اقدس مسجد سلم روڈ میں ادا کی اور نمازیوں سے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان ہوا۔ خطیب جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد عارف کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان سے بھی والد محترم کی وفات پر تعزیت کی۔ مولانا مفتی غلام نبی مدظلہ بہت محبت والے انسان ہیں۔ ہماری جامع مسجد ختم نبوت کنگنی والا میں درس بھی دیتے ہیں۔ ان سے ان کے ادارہ مدرسہ عربیہ ابوایوب انصاری میں ملاقات ہوئی، نیز انہوں نے مبلغین ختم نبوت کے اعزاز میں افطاری کا انتظام کیا۔

۲۳ رمئی صبح کی نماز جامع مسجد خان محمد گارڈن ٹاؤن میں ادا کی اور نمازیوں سے ’’تحریک ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین اور بزرگوں کا کردار‘‘ کے عنوان سے خطاب کیا۔

۲۴ رمئی نماز عصر کے بعد ماڈل ٹاؤن کی جامع مسجد میں بیان ہوا اور جامعہ عثمانیہ پوڑانوالہ میں جمعیت علماء اسلام گوجرانوالہ شہر کی طرف سے منعقد ہونے والی افطار پارٹی میں شرکت کی اور شرکاء پارٹی سے ’’تحریک ختم نبوت میں جمعیت علماء اسلام کا کردار‘‘ کے عنوان سے خطاب اور کارکنان جمعیت سے اپنے قائدین کے نقش قدم پر چلنے کی درخواست کی۔

کامونکی میں بیان: کامونکی بھی تحریک ختم نبوت کا مرکز رہا ہے۔ مولانا حافظ عبدالشکورؒ فاضل دیوبندی بانی مرکزی جامع مسجد فاروق اعظم روڈ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ سینکڑوں رضاکار بھی بھرتی کئے اور مالی امداد بھی جمع کی۔ موصوف نے کامونکی میں وسیع و عریض قطعۂ اراضی حاصل کر کے عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی۔ موصوف تاحیات اس کے خطیب رہے۔ ان کی وفات کے بعد کئی ایک علماء کرام اپنی خطابت کے جواہر بکھیرتے رہے۔ اس وقت مسجد کی انتظامیہ کمیٹی محترم رانا ذوالفقار علی کی سرکردگی میں مصروف جہد ہے جبکہ گوجرانوالہ کے نامور اور معروف خطیب مولانا عبدالواحد رسول نگری خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ حافظ محمد نعیم قادری اور مولانا خرم شہزاد، رانا ذوالفقار علی مجلس کی نمائندگی فرما رہے ہیں۔ ۱۸ر رمضان المبارک مطابق ۲۴ مئی صبح کی نماز سے پہلے راقم نے تقریباً آدھ گھنٹہ بیان کیا۔ اللہ پاک شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

لاہور میں جماعتی مصروفیات:

مولانا خالد محمود کی افطار پارٹی: مولانا خالد محمود متحرک اور فعال عالم دین ہیں، شادی پورہ لاہور میں ادارہ الفرقان کے نام سے دینی ادارہ چلا رہے ہیں، جس کی کئی شاخیں ہیں۔ مجلس لاہور کے زعماء میں سے ہیں۔ ۱۴ رمئی کو افطار پارٹی کا انتظام کیا، جس میں مقامی احباب کے علاوہ مولانا عزیزالرحمن ثانی، مولانا عبدالنعیم، میاں رضوان نفیس اور راقم الحروف نے شرکت کی جو جماعتی رفقاء کے مل بیٹھنے کا سبب بنی۔ اللہ پاک ان کی اس دعوت کو قبول فرمائیں نیز موصوف لولاک ٹریولز اینڈ ٹورز کے نام سے حجاج اور عمرہ والوں کو بھجواتے ہیں۔

جامعہ محمدیہ چوبرجی میں بیان: مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ متحرک اور فعال عالم دین، نامور شیخ طریقت اور علم صرف کے امام ہیں۔ ہر سال رمضان المبارک میں علماء کرام کو صرف ونحو کے اسرار ورموز سکھلاتے ہیں۔ راقم ہر سال کی طرح امسال ۹ر رمضان المبارک مطابق ۱۵ رمئی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت مفتی صاحب کے حکم سے ایک سو سے زائد علماء کرام کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر بیان کی سعادت حاصل ہوئی۔

جامعہ محمودیہ چوبرجی کے مہتمم حافظ قاضی محمد یوسف علویؒ رہے ہیں، آج کل مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا محمد اویس مہتمم ہیں۔ مولانا قاضی محمد یوسف علویؒ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور جامعہ محمدیہ کے بانی مولانا قاضی عزیز اللہ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے شاگرد رشید تھے، بہت ہی مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ ۲۰۱۶ء جنوری میں انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہری پور ہزارہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں اپنے آبائی علاقہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا قاضی محمد اویس ان کے جانشین مقرر ہوئے اور وہی مدرسہ کے مہتمم ہیں راقم کافی عرصہ کے بعد جامعہ محمدیہ میں حاضر ہوا اور ان کے سانحہ سے متعلق چند سطور تحریر کردیں۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

جامعہ صدیقیہ توحید پارک: جامعہ صدیقیہ توحید پارک گلشن راوی لاہور کے بانی مولانا قاری عبدالقیومؒ تھے، جو بنیادی طور پر ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ لاہور پڑھنے کے لئے تشریف لائے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ جید قاری القرآن تھے اور ان کے مدرسہ کی اہمیت بھی تجوید قرآن کی وجہ سے ہے۔ گزشتہ سال رمضان المبارک میں انتقال فرمایا، ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند

جناب قاری محمد اسلم جانشین اور مدرسہ کے مہتمم بنے۔مولانا قاری عبدالرشید بھی مظفرگڑھ سے تعلق رکھتے ہیں۔نصف صدی سے زائد عرصہ سے جامعہ میں تجوید و قرأت کے استاذ ہیں۔ ۹ر رمضان المبارک مغرب کی نماز کے بعد بیان کا موقع ملا۔

جامع مسجد فیض روڈ میں درس: جامع مسجد فیض روڈ ہمارے دفتر مسلم ٹاؤن کے قریب ہے۔ اس میں ہر سال رمضان المبارک میں راقم کا درس ہوتا ہے، مسجد کے مضافات میں اسٹوڈنٹس کے ہاسٹل ہیں، درجنوں سے زائد طلبا نماز میں ہوتے ہیں، ان کی خدمت میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت کا موقع ملتا ہے۔امسال بھی ۱۰ر رمضان المبارک کی صبح کی نماز کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ بیان کا موقع ملا۔ اس مسجد کے خطیب مولانا محمد حنیف تھے، جن کا گزشتہ سے پیوستہ ماہ یعنی مارچ میں انتقال ہوا، ہنس مکھ مزاج رکھتے تھے۔ جدید و قدیم کا حسین امتزاج تھے، ان کے پسماندگان میں سے کوئی صاحب نہ مل سکے تو نمازیان مسجد سے تعزیت کی اور ان کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

عیدگاہ آرائے بازار میں خطبہ جمعہ: آرائے بازار میں اہل حق کا مرکز ہے۔جس کا آغاز ۱۹۸۵ء میں ہوا، آج الحمدللہ! عیدگاہ کی چاروں اطراف ابوبکر بلاک، عمر بلاک، عثمان بلاک، علی بلاک اور اشتیاق بلاکس کے نام سے خوبصورت عمارتیں ہیں، جن میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق پڑھائے جاتے ہیں اور جامعہ مظاہرالعلوم کے نام سے ادارہ ترقی کررہا ہے۔عیدگاہ کا وسیع وعریض پلاٹ عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا کام دیتا ہے۔ یہ ادارہ اتحاد بین المسلمین کا عظیم مظہر ہے۔ عیدگاہ میں عیدالفطر دیوبندی خطیب پڑھاتے ہیں جبکہ عیدالاضحیٰ کا خطبہ بریلوی عالم دین دیتے ہیں۔ عیدگاہ کی انتظامیہ مسجد رحمۃ للعالمین کے نام سے مسجد کا نظام بھی سنبھالے ہوئے ہے۔

عیدگاہ میں بنات کا شعبہ بھی چل رہا ہے۔

حاجی محمد شفیق لطفی جنرل اسٹور والے مسجد اور عیدگاہ کے نظم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حاجی عبداللطیف مجلس کی نمائندگی فرماتے ہیں، مدرسہ کے مختلف شعبوں میں ۲۸ اساتذہ کرام تدریسی و تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جناب اشتیاق احمدؒ اس کے مہتمم تھے، آج کل جناب عبدالعزیز خان بڑی تندہی سے اہتمام و انصرام چلارہے ہیں۔ عیدگاہ کی جامع مسجد میں عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے، سال میں تین چار مرتبہ مجلس کے مبلغین بھی خطبہ جمعہ دیتے ہیں، چنانچہ ۱۸ر رمضان المبارک کے جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم الحروف کو دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جامعہ حقانیہ قینچی میں درس: مولانا عبدالشکور حقانی مدظلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے ممبر اور دینی اسکالر ہیں، مختلف ٹی وی اسٹیشنوں پر دینی امور سے متعلق بیانات فرماتے ہیں۔ متحرک اور فعال عالم دین ہیں، قینچی کے علاقہ میں مسجد اور مدرسہ کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ ۱۹ر رمضان المبارک کی صبح کو ان کی مسجد میں راقم الحروف نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کے عنوان پر بیان کیا۔

مکی مسجد گلشن اقبال پارک: علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے ٹاؤنوں میں سے بڑا ٹاؤن ہے، جس کے کئی بلاکس ہیں۔ ہنزہ بلاک میں گلشن اقبال پارک کے نام سے سیرگاہ ہے دور دراز سے لوگ جب لاہور کی سیر کے لئے آتے ہیں تو گلشن اقبال کے جھولوں سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، مکی مسجد بھی اسی علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں ہمارے شجاع آباد کے مولانا خادم حسین خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ موصوف ایک کتابی عالم دین ہیں، راقم نے ۱۹ر رمضان المبارک کی عصر کی نماز کے بعد مکی مسجد میں بیان کیا۔

محمدیہ مسجد جیا موسیٰ: جیا موسیٰ شیخوپورہ روڈ میں اہل حق کا مرکز ہے۔ مرکز کے منتظم و متولی جناب حافظ محمد ابوبکر مدظلہ ہیں۔ ان کے فرزند ارجمند قاری عبدالصمد، حافظ عبدالماجد، حافظ عبدالرزاق اور دیگر برادران مسجد کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ حافظ محمد ابوبکر مدظلہ آج کل صاحب فراش ہیں، مجلس کے مشن اور کاز سے بہت محبت فرماتے ہیں۔ ۱۹ر رمضان المبارک کو افطاری حافظ عبدالماجد کے میڈیکل اسٹور پر کی اور مغرب کی نماز کے بعد درس بھی دیا۔

لولاک ٹریولز اینڈ ٹورز: ادارہ کے مالک مولانا خالد محمود مجلس لاہور کے فعال راہنماؤں میں سے ہیں۔ بندہ کی موجودگی میں ایک رات تشریف لائے اور فرمایا کہ عمرہ کے لئے ایک گروپ جارہا ہے ایک آدھ سیٹ کی گنجائش ہے مولانا عزیز الرحمن ثانی سے گزارش کی انہوں نے راقم سے فرمایا، یوں بغیر اسباب و وسائل کی تیاری کے عمرہ کی سعادت اللہ پاک نے نصیب فرمائی اور راقم ۳۰ر مئی کو ان کے گروپ کی معیت میں عمرہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے قبول اور آسان فرمائیں۔ ☆☆

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوّت کے گلہائے رنگارنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات
جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب
شاہینِ ختمِ نبوّت
مولانا اللہ وسایا مدظلہ

تین جلدوں کا مکمل سیٹ
قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486